www.urducouncil.nic.in

اپریل 2020، قیمت :- ₹10

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اُردو دُنیا

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے ،اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ:15 روپے، سالانہ:150 روپے

اردو زبان میں علم وآگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان وادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش وجستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون:26109746، فیکس:26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

جلد: 8 شمارہ: 04 اپریل 2020

مدیر: ڈاکٹر شیخ عقیل احمد
مدیر منتظم: اجمل سعید
ناشر اور طابع
ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی -110025
فون: 49539000
شعبہ ادارت: 11-49539009
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ /100 روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی -110066
فون: 26109746
ای میل: sales@ncpul.in
ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھرگٹی، حیدرآباد -500002
فون: 24415194-040

اس شمارے میں

بچوں کی دنیا

مدیر کا خط	آپس کی باتیں		04
بڑوں کی باتیں	ڈاک خانہ		05
مضامین	تتلی: رنگ برنگا اڑتا پھول	بانو سرتاج	06
	بھارت کا عظیم طوطا گھر	مقبول احمد سراج	11
	ایفل ٹاور	غفار قادر	14
	نیند: ایک عظیم نعمت	امتیاز احمد انصاری	17
	ہمالہ کی کہانی خود اس کی زبانی	تسنیم فیضی	19
نظمیں	گھڑی	علیم صبا نویدی	21
	پیڑ نہ کٹنے پائیں	محمد اسد اللہ	21
	دل کو دریا کرنا سیکھو	تنویر اختر رومانی	22
	سب سے اچھا بچہ	محمود اختر	22
کہانیاں	چالاک نائی	خوشنودہ نیلوفر	23
	بہادر لڑکے	خرم عماد	26
	کامیاب زندگی	متین الدین	30
	کردار نہ ہو داغدار	محمد منیر رحمانی	32
	ایک منٹ کا پرچہ	ریحان کوثر	35
نظمیں	گاجروں کے رنگ	انصار احمد معروفی	38
	عزم جواں	صدف جہاں	39
اردو کا جادو	اردو زبان کا جادو	ادارہ	40
باتصویر کہانی	انسانیت	انیس اعظمی	41
قسط وار ناول	اڈیسہ سمندری لڑکا	انیتا سرن	46
کہکشاں	دانائی کی باتیں		54
	چمن چمن کے پھول		56
ننھے فنکار	ڈاکٹر خالد	شریف الحق	58
	بچوں کی پینٹنگ		61

آپس کی باتیں

پیارے بچو! آپ ملک اور قوم کا مستقبل ہیں۔ملک وقوم کی ترقی کا دارو مدار آپ پر بھی ہے۔اس لیے ملک اور قوم کی ترقی کے لیے آپ کو بہت سارے کام کرنے ہوں گے۔سب سے پہلے تو آپ کو یہ بات ذہن نشین کرنی ہوگی کہ بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔مثال کے طور پر آج کل موبائل کا رواج بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔اس کا استعمال صرف بڑی عمر کے لوگ ہی نہیں بلکہ آپ جیسے معصوم بچے بھی کررہے ہیں۔حالانکہ موبائل کے ذریعے جہاں بہت سی معلوماتی چیزیں حاصل کی جاسکتی ہیں وہیں بہت سی نقصان دہ چیزیں بھی موبائل پہ موجود ہوتی ہیں،اس لیے آپ موبائل اور انٹرنیٹ کے زیادہ استعمال سے پرہیز کریں اور ضرورت کی حد تک ہی ان سے تعلق رکھیں۔

دوستو!اگر آپ چاہتے ہیں کہ ملک وقوم ترقی کرے تو آپ کو ایک اور بہت قیمتی چیز کا خیال رکھنا ہوگا اور وہ ہے وقت—اس تعلق سے آپ کو چوکنا رہنا چاہیے کہ آپ کا وقت غیر ضروری کاموں میں تو ضائع نہیں ہورہا ہے۔موبائل،ٹی وی اور کمپیوٹر پر ضرورت سے زیادہ وقت تو نہیں گزار رہے ہیں اور ایسے پروگراموں کو دیکھنے میں دلچسپی تو نہیں لے رہے ہیں جو آپ کے مستقبل کے لیے خطرناک ہیں۔آپ کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ آپ کا کتابوں سے کیسا رشتہ ہے؟ کون سی کتابیں آپ پڑھتے ہیں اور کون سے رسالوں کا مطالعہ کرتے ہیں،خاص طور پر ملک کے مختلف علاقوں سے بچوں کے لیے جو رسالے نکل رہے ہیں، ان میں سے کتنے رسالے آپ پڑھتے ہیں اور ہاں صرف انہی کتابوں اور رسالوں کو پڑھنے کی کوشش کریں جن کتابوں کے بارے میں آپ کے اساتذہ اور والدین بتاتے ہیں۔آپ اپنے بڑوں کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں اور ان سے سیکھنے کی کوشش کریں۔

پیارے بچو! آپ کی ذہنی رہنمائی اور تربیت کے پیش نظر ہی ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں ہر ماہ ایسے مضامین کا انتخاب کیا جاتا ہے جن سے آپ کی معلومات میں بھی اضافہ ہو۔اس رسالے میں معلوماتی چیزوں کے علاوہ نصیحت آموز نظمیں اور اخلاقی کہانیاں بھی شائع کی جاتی ہیں۔اس ماہ ہم نے بچوں کی جانکاری کے لیے ایفل ٹاور، بھارت کا عظیم طوطا گھر اور 'ہمالہ کی کہانی' جیسے مضامین شامل کیے ہیں۔'ہمالہ کی کہانی' پڑھ کر آپ دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ 'ہمالہ' کے بارے میں بہت کچھ جان سکیں گے۔یہ وہی ہمالہ ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال نے ایک نظم لکھی تھی جو بہت مشہور ہوئی:

اے ہمالہ اے فصیل کشور ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

آپ علامہ اقبال کی نظم کے ساتھ اس مضمون کو پڑھیں گے تو اور بھی لطف آئے گا۔دنیا کی نہایت مشہور عمارت 'ایفل ٹاور' کے بارے میں بھی ایک مضمون شامل کیا گیا ہے۔آپ کو شاید پتہ ہوگا کہ ایفل ٹاور کس ملک میں ہے اور اس کی کتنی بلندی ہے۔'کامیاب زندگی' اور 'ایک منٹ کا پرچہ' جیسی تحریریں بھی اس میں شامل ہیں۔اس کے علاوہ 'اردو زبان کا جادو' جیسا سلسلہ بھی ہے۔یہ بھی آپ کو بہت پسند آئے گا کیونکہ اردو ہماری ملک کی میٹھی اور محبت کی زبان ہے۔اس کے ذریعے ہم تہذیب وسلیقہ سیکھ سکتے ہیں، بھائی چارہ اور محبت کو فروغ دے سکتے ہیں۔

اب آپ اس رسالے کو پڑھیں،لطف اٹھائیں اور اپنی معلومات میں اضافہ کریں!

آپ کا
عقیل احمد
ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

ڈاک خانہ

'بچوں کی دنیا' کا جنوری شمارہ موصول ہوا۔ بہت خوبصورت رسالہ ہے۔ مضامین دلچسپ اور معلوماتی ہیں۔ میگھناد ساہا پر مضمون سراہنے لائق ہے۔ رشید احمد صدیقی کی ''طوطا کہانی' ہمیشہ ہی پسند کی جاتی رہے گی ایسی سبق آموز ہے!

ادارہ کی کوشش اردو کا جادو جدت پسندی کا بہترین نمونہ ہے۔ سبھی کہانیاں دلچسپ ہیں۔

بچوں کی پینٹنگ بہت خوب ہیں! ان میں افرا شیخ، محمد توصیف، سید محتسب کی پینٹنگز قابل ذکر ہیں۔

میری کہانی 'جادوئی جوتے' شائع کرنے کے لیے شکریہ!

ادریس صدیقی
40 Whiteleas Avenue, Scarborough, ON
M1B 1W7, CANADA

'بچوں کی دنیا' پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ رسالہ بڑوں اور بچوں کے لیے بہت مفید ہے۔

سید ارشاد عالم، سونگڑہ، کٹک (اڈیشا)

'بچوں کی دنیا' جنوری 2020 نئے سال اور یومِ جمہوریہ کی مبادکبادیوں کے ساتھ وصول ہوا۔ اس میں یہ سبق بھی دیا گیا ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ مضبوط اخلاق کی تربیت بھی لازمی ہے تا کہ شخصیت میں بلند کردار کی تعمیر ہوتی رہے۔ ہم اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں کے احتساب کے ساتھ ساتھ سال بھر کا ہدف مقرر کریں اور اس کی تکمیل کی جدوجہد کرتے رہیں۔ اس کے سرورق پر یوم جمہوریہ کے موقعے پر عظیم تر شاہراہ پر اپنے کرتبوں کی نمائش اور مظاہروں کے دلنواز مناظر دیے گئے ہیں۔ ایسے موقعوں کے اچھے اچھے مضامین کے علاوہ دلپذیر نظمیں اور کہانیاں بھی درج ہیں۔ ان میں 'اُردو زبان کا جادو' واقعی جادو کر گیا۔

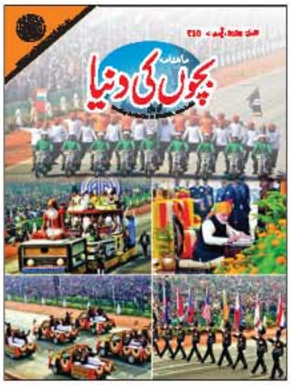

'بچوں کی دنیا' فروری 2020 بھی نظر نواز ہوا جسے 'قومی یوم سائنس' کا شمارہ کہا جاسکتا ہے۔ اس میں اس بات پر توجہ مرکوز کی گئی ہے کہ ہمیں آج جو آسائشیں میسر ہیں وہ سائنسی ایجادات کی ہی مرہونِ منّت ہیں۔ اسی ماہ میں 21 تاریخ کو 'عالمی یوم مادری زبان' کے بطور منایا جاتا ہے جس کے لیے اب ہم سب پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اُردو زبان کا جہاں تک ہوسکے چلن عام کریں۔ اس کے علاوہ اس میں حیرت انگیز سائنسی مضامین، دل خوش کن نظمیں، کہانیاں، درخشاں کہکشاں اور پُر از بہار مضامین، سب کچھ ایسے کہ کھلائے ہوئے پھول جیسے چہرے بھی شاداب و پُر بہار ہوجائیں اور کِھل اُٹھیں اور اس کا ہر صفحہ گویا تروتازہ پھول پنکھڑیاں بکھیر رہا ہو۔

مصطفیٰ ندیم خاں غوری، بی-11، گرین ویلی، روضہ باغ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

بانو سرتاج

مضمون

تتلی (Butterfly)

رنگ برنگا اڑتا پھول

تتلی ایک رنگ برنگا اڑتا پھول ہے اور ان پھولوں کا گروپ باغ میں کھلے خوبصورت پھولوں کو چیلنج دیتا نظر آتا ہے..... کیسی خوبصورت ہوتی ہے تتلی!

تتلی قدرت کا ایک نایاب تحفہ ہے جو آنکھوں کو سکوت بخشتا ہے۔ ان چھوٹی ننھی تتلیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ایک خوش کن تجربہ ہے، خوش کن احساس ہے۔ آؤ بچو! اس تجربے سے گزرتے ہیں۔

تتلیوں کی ہزاروں قسمیں ہیں، ہر قسم کی اپنی خاصیت ہے۔ بھارت میں ان کی 1500 کے قریب قسمیں پائی جاتی ہیں۔ کوسٹاریکا میں 1300 سے زیادہ اور برازیل میں سب سے زیادہ تتلیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ ننھی سی جان ٹھنڈا برداشت نہیں کر سکتی، اس لیے ٹھنڈے مقامات پر نہیں پائی جاتی۔

مغربی ممالک میں تتلیوں کی پیدائش مقدس مریم کے آنسوؤں سے مانی جاتی ہے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ تتلی اللہ تعالیٰ کا انسان کو دیا ہوا تحفہ ہے، بھارت کی دیومالائی کہانی کے مطابق برہما نے ایک مرتبہ تتلیوں کو شاپ دیا تھا کہ ”وہ تمام نسلوں سمیت ختم ہو جائیں۔“ تتلیوں کا قصور یہ تھا کہ انھوں نے برہما کے باغ کے تمام پھول خراب کر دیے تھے مگر بعد میں برہما نے تتلیوں کی معصومیت پر رحم کھا کر شاپ واپس لے لیا تھا۔

جو بھی ہو، تتلیاں آج ہمارے آس پاس ہیں، ہمارے ساتھ ہیں، ہمارے لیے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

تتلی کیڑے مکوڑوں کے خاندان سے ہے۔ وہ ایک طرح کا پتنگا ہی ہے۔ دونوں میں کافی مماثلت ہے۔

دونوں کے جسم میں سامنے کی طرف اینٹینا (Antinna) ہوتا ہے۔ تتلی کا اینٹینا پتلا ہوتا ہے جس کا سرا گھنڈی کی شکل کا ہوتا ہے۔ پتنگے کا اینٹینا ڈینے جیسا ہوتا ہے۔

تتلی دن کو اڑتی ہے، رات کو آرام کرتی ہے۔ پتنگے رات کو اڑتے ہیں، دن کو آرام کرتے ہیں۔

آرام کرتی ہوئی تتلی کے پر پشت پر کھلی کتاب کے اوراق کی طرح سیدھے کھڑے رہتے ہیں۔ پتنگے کے پر، آرام کے دوران مختلف سمتوں میں جسم سے سٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تتلیوں کی اقسام Types of Butterflies

بھارت کے ہر علاقے میں تتلیاں پائی جاتی ہیں۔ سکونت کے لحاظ سے، جسامت کے لحاظ سے، خواص کے اعتبار سے وہ مختلف ہوتی ہیں۔ انھیں آٹھ قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

تتلیوں کی اقسام	
	بڑی تتلیاں
	گھوری تتلیاں
	چیتل تتلیاں
	چھوٹے پیروں والی تتلیاں
	جنگلی تتلیاں
	پری تتلیاں
	چھوٹی جسامت کی تتلیاں
	پھدکی تتلیاں

کچھ خاص باتیں ان خاص تتلیوں کے بارے میں:

(1) بڑی تتلیاں: ان کے پاؤں بڑے ہوتے ہیں جن کے سہارے یہ چل سکتی ہیں۔ کچھ کا جسم کالا، کچھ کا لال ہوتا ہے۔ پاؤں خوبصورت اور رنگین ہوتے ہیں جن میں پیلا، کالا، سفید، لال اور ہرا رنگ زیادہ ہوتا ہے۔ بڑی تتلیوں میں 'قیصر ہند' نام کی تتلی بے حد مشہور ہے۔ اس کے پروں میں پیلے اور ہرے رنگ کی دل نشیں آمیزش ہوتی ہے۔

(2) گھوری تتلیاں: گھوری تتلیاں عموماً سفید رنگ کی ہوتی ہیں لیکن پیلے، لال اور نیلے رنگ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان تتلیوں میں دھانی اور کیسریا تتلیاں مشہور ہیں۔ دھانی تتلی پیلے رنگ کی ہوتی ہے۔ کیسریا تتلی سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ پروں کا اوپری حصہ نارنگی رنگ کا ہوتا ہے۔

(3) چیتل تتلیاں: چیتل تتلیوں کے پاؤں چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ زمین پر چلنے میں ناکامیاب رہتی ہیں۔ ان کے پر چتکبرے ہوتے ہیں۔ ان میں 'شیر تتلی' اور 'کوا تتلی' بے حد مشہور ہیں۔

(4) چھوٹے پیروں والی تتلیاں: نام کے مطابق ان کے پیر چھوٹے ہوتے ہیں... زمین پر نہیں چلتیں۔ اڑنے میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں آتی۔ زیادہ تر کا رنگ مٹ میلا ہوتا ہے۔ ان میں 'چاند تتلی' بہت زیادہ مشہور ہے۔

(5) جنگلی تتلیاں: گھنے جنگلوں میں رہنا پسند کرتی ہیں۔ اسی لیے 'جنگلی تتلیاں' کہلاتی ہیں۔ بڑی اور رنگین ہوتی ہیں۔

(6) پری تتلیاں: تتلیاں سب خوبصورت ہوتی ہیں مگر پری تتلیاں کچھ زیادہ ہی خوبصورت ہوتی ہیں۔ ان کے پروں کے رنگ شوخ اور بھڑکیلے ہوتے ہیں۔ انھیں دھوپ پسند ہے۔ ان میں 'راجہ' اور 'نواب' تتلیاں مشہور ہیں۔

(7) چھوٹی جسامت کی تتلیاں: چھوٹی جسامت کی کمی شوخ رنگوں سے پوری ہو جاتی ہے۔ باغ، باغیچوں میں کثرت سے نظر آتی ہیں۔

(8) پھدکی تتلیاں: دوسری تتلیوں سے کچھ الگ ہوتی ہیں۔ سیدھی اور تیز اڑتی ہیں۔

تتلی کے ادوار حیات (Life Cycle of Butterfly)

تتلی کی زندگی کے ادوار کے عمل کو میٹا مورفورسس (Metamorphosis) کہتے ہیں۔ یہ ادوارِ حیات چار ہیں:

انڈے (Eggs)	لاروا (Caterpiller)	پیوپا (Pupa)	تتلی کا ظہور/ پیدائش (Emergence of Butterfly)

تفصیل درج ذیل ہے:

(1) انڈے دینا(Laying Eggs): تتلی کی زندگی کا پہلا دور انڈے دینا ہے۔ انڈے ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں جو پتوں کی الٹی طرف پڑے رہتے ہیں۔ انڈوں کے چاروں طرف ایک چپچپا سیال لگا ہوتا ہے جس سے وہ ادھر اُدھر ہلتے نہیں ہیں نہ ہی نیچے گرتے ہیں۔

انڈے دینے سے پہلے مادہ مکھی اس پیڑ کے پتوں کا ذائقہ چکھتی ہے جس پر انڈے دینا ہوتے ہیں۔ دراصل اس طرح وہ یہ طے کرتی ہے کہ انڈوں سے لاروا نکلنے کے بعد لاروا اس پیڑ کے پتے رغبت سے کھاسکیں گے۔

(2) لاروا(Caterpillar): وقت آنے پر انڈے پھوٹتے ہیں اور اس میں سے اِلّیوں کی طرح لاروا نکلتا ہے۔ لاروا کو 'سونڈی' بھی کہا جاتا ہے۔ لاروا زیادہ وقت پتے کھانے ہی میں گزارتے ہیں۔ آری جیسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر ان ہی پتوں کو کھاتے ہیں جن پتوں پر پیدا ہوتے ہیں۔ لاروا خوب کھا کھا کر نہایت صحتمند کیڑے میں تبدیل ہوتا ہے۔ اس کی کھال سخت ہوتی ہے جو اس کے بڑھتے ہوئے جسم کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہوتی ہے تو پھٹ جاتی ہے۔ لاروا پرانی پھٹی ہوئی کھال کو بھی کھا جاتا ہے۔ نئی کھال آتی ہے۔ 8 سے 10 مرتبہ کھال بدلنے کا عمل ہوتا ہے۔ کھال میں کئی سوراخ ہوتے ہیں جن سے وہ سانس لیتا ہے۔

کاپر بلوز (Copper Blues) اور ہیرا سٹک (Hair Stick) جیسی کئی تتلیوں کا لاروا شکر کی طرح میٹھا ہوتا ہے جسے چیونٹیاں بہت پسند کرتی اور کھاتی ہیں۔ بدلے میں وہ لاروا کی حفاظت کرتی ہیں۔

لاروے کا لمبا جسم 14 حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ دوسرے، تیسرے اور چوتھے حصہ میں لاروے کی 6 ٹانگیں

پوچھا، ''تمھیں ان چنوں کے بدلے میں کیا چاہیے۔''

دونوں بھائیوں نے یک زبان ہوکر کہا، ''کچھ بھی نہیں، بس ہمارے لیے اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ ہماری پریشانیاں ختم ہوجائیں۔''

یہ سن کر بوڑھا مسکرانے لگا۔ اس نے دونوں بھائیوں کی پیٹھ تھپتھپائی اور بولا، ''تم میرے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ میں ایک جن ہوں اور میرے پاس ایک جادوئی غلیل ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ میں یہ غلیل کسی ایسے انسان کو دوں گا جو نیک اور خدا ترس ہو۔ اب یہ غلیل تمھاری ہوئی۔ اس کا ایک ہی وار دشمن کا کام تمام کرسکتا ہے مگر اس کا غلط استعمال کبھی مت کرنا۔'' یہ کہہ کر بوڑھے نے ایک سادہ سی غلیل ان کے سامنے رکھ دی اور تیزی سے چلتا ہوا جھاڑیوں کے پیچھے غائب ہوگیا۔ واسع نے غلیل اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لی اور دونوں بھائی پھر سے آگے کی طرف چل پڑے۔

چلتے چلتے دونوں ایک گاؤں میں پہنچ گئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ ایک گھنے برگد کی چھاؤں میں گاؤں کے بہت سارے لوگ جمع تھے۔ ان کے چہروں پر خوف اور اداسی صاف نمایاں تھی۔ گاؤں کے سرپنچ ایک چارپائی پر فکرمند بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پہلو میں بیٹھے پنڈت جی بہت رو رہے تھے۔

واسع نے وہاں کھڑے ایک شخص سے اس کی وجہ پوچھی۔ اس نے بڑے غمگین لہجے میں بتایا ''کچھ دنوں سے ہمارے گاؤں میں ہر شام کالی نام کا ایک دیو آتا ہے جسے نوجوان لڑکے لڑکیوں کا خون پینا پسند ہے۔ ہر شام وہ گاؤں کے کسی نوجوان کو اٹھا کرلے جاتا ہے اور اس کا خون چوس کر لاش کو جنگلی درندوں کے آگے پھینک دیتا ہے۔''

''تو آپ لوگ اس کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔'' فرقان نے سوال کیا۔

''ہم نے کئی بار کوشش کی لیکن سارے گاؤں والے مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر پائے۔ اس کی بے پناہ طاقت کے سامنے ہم سب بے بس ہیں۔ اس بار کالی نے پنڈت جی کی لڑکی کوشلیا کو لے جانے کی دھمکی دی ہے اس لیے پنڈت جی رو رہے ہیں۔ نازوں کی پلی ان کی ایک ہی بیٹی ہے۔''

اچانک سرپنچ جی کھڑے ہوئے اور گلا کھنکارنے کے بعد کہنے لگے، ''جو کوئی کالی دیو کے قہر سے ہمیں نجات دلائے گا، اسے دو ہزار سونے کے سکے بطور انعام دیے جائیں گے۔'' یہ کہہ کر وہ سارے گاؤں والوں کی طرف دیکھنے لگے لیکن سارے گاؤں والوں نے اپنے چہرے نیچے کرلیے۔ یہ دیکھ کر پنڈت جی اور زیادہ رونے لگے۔

واسع اور فرقان نے ایک دوسرے کی جانب مسکراتے ہوئے دیکھا اور چلا کر کہا، ''سرپنچ جی، ہم دونوں بھائیوں کو اس کالی دیو سے مقابلے کی اجازت دیجیے۔ ہم اس کا کام تمام کرنے ہی یہاں آئے ہیں اور آپ دو ہزار سونے کے سکوں کا انعام تیار رکھیے۔''

گاؤں کے سارے لوگ حیرت اور خوشی سے دونوں بھائیوں کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر دونوں بھائی پنڈت جی کے پاس پہنچے اور انھیں ہمت دلاتے ہوئے کہا، ''پنڈت جی، آپ بالکل فکر نہ کریں۔ کوشلیا آپ کی بیٹی اور ہماری بہن ہے۔ اپنی بہن کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ آج شام کالی دیو آئے گا ضرور لیکن زندہ واپس نہیں جائے گا۔''

تتلی کے پر اس کے جسم میں خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔

پَر (Wings):

تتلی کے چار پر ہوتے ہیں۔جسم کے دونوں طرف دو دو پر۔ آگے اور پیچھے کے پروں کی جوڑیاں الگ الگ سائز کی ہوتی ہیں۔ اگلا جوڑا بڑا اور پچھلا چھوٹا ہوتا ہے۔

پر بہت چھوٹے، رنگ برنگی پرتوں سے ڈھکے رہتے ہیں۔ یہ پرتیں ہی پروں کو رنگوں سے سجاتی ہیں۔ ان کی شکل ننھے ڈینوں/آنکھوں جیسی ہوتی ہے۔ پروں پر ریشے ہوتے ہیں جو پروں کو مضبوطی عطا کرتے ہیں۔ رنگ برنگی پرتوں کے نیچے باریک نسوں کا جال بچھا ہوتا ہے۔

پروں کی اوپری سطح کا رنگ شوخ ہوتا ہے۔ نچلی سطح بھوری یا ہری ہوتی ہے۔ پھول پر بیٹھی ہوئی تتلی کے پر کتاب کے ورقوں کی مانند سیدھے کھڑے رہتے ہیں۔

پروں پر بہت باریک دھول کے ذرّے بھی جمے ہوتے ہیں جو الگ الگ رنگوں کے ہوتے ہیں۔ ان سے پروں کے ڈیزائن بنتے ہیں۔ سورج کی سیدھی اور ترچھی کرنیں بھی رنگوں کو شوخ بناتی ہیں۔

تتلیوں کے جسم میں پروں کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے:

- پر الگ کردیے جائیں تو تتلی، بھدّے، لجلجے پتنگے کے سوا کچھ نہیں رہ جاتی۔
- رنگین پر آنکھوں کو سکون نہیں بخشتے ہیں، وہ تتلیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔
- پروں پر جو اسپاٹ نظر آتے ہیں وہ جانوروں کی آنکھوں سے مشابہ ہوتے ہیں۔ دشمنوں کو نزدیک نہیں آنے دیتے۔
- پروں کے نچلے حصے کے پر پیڑ کی ہری پتیوں جیسے ہوتے ہیں، اسی لیے تتلیاں ان پتوں میں آسانی سے چھپ کر اپنی حفاظت کرلیتی ہیں۔
- نر تتلی، مادہ تتلی کو پروں کے رنگ اور ان کی روشنی کو منعکس کرنے کے انداز سے پہچان لیتی ہے۔
- ایک تحقیق کے نتیجہ میں تتلیوں کے رنگ اور ان کے اڑنے کی صلاحیت میں گہرا رشتہ پایا گیا ہے۔ گہرے رنگ کے پر والی تتلیاں زیادہ دور تک اڑسکتی ہیں۔
- تتلیوں کے پر شفاف ہوتے ہیں۔ جہاں اسکیل بنے ہوتے ہیں وہ حصہ رنگین نظر آتا ہے۔

تتلی کی حسیات (Sense)

نظر (Sight): کیٹرپلر دور میں تتلی معمولی سا دیکھ سکتی ہے کیونکہ اس وقت اس کی آنکھیں سادہ اوسیلی (Simple Ocelli) ہوتی ہیں۔ اس کی نظریں اجالے اور اندھیرے میں تمیز کرسکتی ہیں صرف۔ ان کی آنکھوں پر عکس نہیں بن سکتا جو حساس روشنی کے خلیے (Photo Receptors) سے بنتا ہے۔

تتلی کی آنکھیں مرکب آنکھیں ہوتی ہیں جو بہت ساری معدّس (Lense) یا کورنیا (Conea) سے بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ دو سے تین انچ تک کی چیزیں دیکھ سکتی ہیں۔ بیک وقت کئی سمتوں میں دیکھنے کی اہلیت کی وجہ سے انھیں وہ زیادہ تعداد میں نظر آتی ہیں۔

جاری.....

■

Dr. Bano Sartaj
Opposite Akashwani Civil Lines
Chandrapur - 442401 (MS)

مقبول احمد سراج

بھارت کا عظیم طوطا گھر

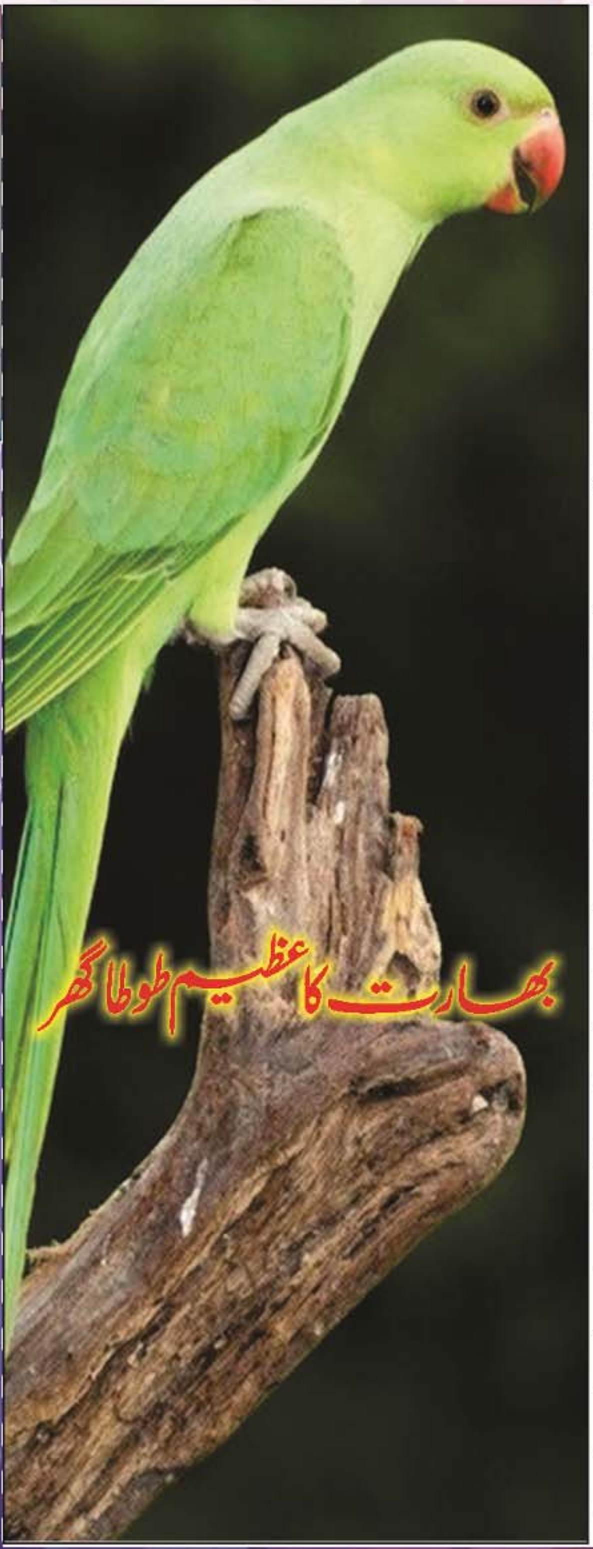

علم الطیور کے ماہرین کے مطابق طائروں میں طوطے سب سے زیادہ ذہین پرندے سمجھے جاتے ہیں۔ وہ بآسانی انسانوں سے دوستی بھی کر سکتے ہیں اور ان کی آواز کی نقل بھی اتار سکتے ہیں۔ دنیا میں کئی اقسام کے طوطے پائے جاتے ہیں جن کو پیراکیٹ (Parakeet)، لوری کیٹ (Lorikeet)، مکاؤ(Macaws) اور کوکاٹو(Cockatoo) جیسے ناموں سے جانا جاتا ہے۔ طوطوں کی ٹویٹ(Weet) کانوں کو انتہائی بھلی لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے یہاں بڑی بالکونیاں یا پچھواڑے ہوتے ہیں وہ دو چار جوڑے طوطے ضرور پالتے ہیں۔

ہندوستان میں پائے جانے والے زیادہ تر طوطے سبز رنگ کے ہوتے ہیں مگر دنیا کے دیگر خطوں میں کئی رنگ کے طوطے پائے جاتے ہیں اور ان کی شکل اور سائز بھی کافی مختلف دیکھنے کو ملتے ہیں۔ عموماً طوطوں کی عمر 25 سے 50 برس کی ہوتی ہے مگر میجر میچل کوکاٹو(Major Mitchell Cockatoo) کی جنس کے طوطے کافی طویل العمر ہوتے ہیں۔ ماہرین طیور کے رکارڈ کے مطابق اس قسم کے ایک طوطے نے 83 برس کی عمر بھی پائی ہے جو ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ یہ طوطے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں پائے جاتے ہیں اور ان کے سر پر گلابی رنگ کی کلغی ہوتی ہے۔ ملٹری مکاؤ(Milltary Macaw) بڑی قسم کے طوطے ہوتے ہیں جو چونچ سے دم کے سرے تک (Beakto Tip of Tail) 70 سنٹی میٹر کے ہوسکتے ہیں۔ اگر ان کے دونوں پروں کو بکھیر دیا جائے تو یہ 110 سینٹی میٹر ناپے جاسکتے ہیں۔ لال مکاؤ(Scarlet Macaw) سب سے بڑی قسم کے طوطے ہوتے ہیں جو چونچ سے دم کے سولے تک 90 سینٹی میٹر ہوسکتے ہیں۔ البتہ اس کا زیادہ حصہ ان کی

لمبی دم پر مشتمل ہوتا ہے۔ دراصل سرکس میں سائیکل سواری کا کرتب دکھانے والے طوطے لال مکاؤ ہی ہوتے ہیں۔

کرناٹک کے شہر میسور میں ہندوستان کا طوطوں کا سب سے بڑا چڑیا گھر ہے جہاں ساری دنیا کے ہر قسم کے طوطے پالے گئے ہیں۔ اس چڑیا گھر کو 'شکھاونا' کا نام دیا گیا ہے۔ طوطوں کے لیے مختص یہ چڑیا خانہ شری گنپتی سچدانند آشرم کا حصہ ہے۔ یہ میسور سے اوٹی جانے والی سڑک پر شہر سے پرے واقع ہے۔ 35 ایکڑ پر پھیلے اس آشرم میں کل 469 قسموں کے طوطے موجود ہیں جن میں مکاؤ، لوری کیٹ، پیرا کیٹ اور ٹوکن سبھی اقسام کے طوطے ہیں۔ اس چڑیا خانے کو Twittariem کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہاں دن بھر ان طوطوں کی ٹویٹ سنی جاسکتی ہے۔

آشرم کے سوامی جی کے مطابق اس طوطے خانہ کی ابتدا آج سے چند برس قبل اس وقت ہوئی جب ان کے کسی بیرونی ملک کے زائر نے ایک جوڑا مکاؤ تحفے میں پیش کیا۔ ان طوطوں سے ان کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے دیگر بیرونی زائرین نے بھی اپنے ممالک کے طوطے تحفۂ پیش کرنے شروع کیے اور دیکھتے دیکھتے یہ ملک کا سب سے بڑا طوطا گھر بن گیا۔ سوامی جی نے ایک بڑے حصے پر ان طوطوں کے لیے خصوصی پنجرے بنوائے اور زمین سے 60 فٹ کی اونچائی پر اس سے بنی جال تان دی تا کہ یہ طوطے اس کے اندر آزادانہ گھوم پھر اور اڑ سکیں۔ ان طوطوں کو ان کی مرغوب غذائیں فراہم کی جاتی ہیں جو مختلف اقسام کی پھلیاں، بیریاں، پھل اور دانوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ کئی نگراں ان کی حفاظت اور آرام پر مقرر ہیں۔

طوطے خانہ کے نگراں کے مطابق کانگو آفریقن گرے پیرٹ (Congo African Grey Parrots) سب سے ذہین طوطے کہے جاتے ہیں۔ ان طوطوں کا دماغ اخروٹ کے مغز کے برابر ہوتا ہے۔ یہ انسانی آواز کو محض ایک بار سن کر نقل کر سکتے ہیں۔ چینل بلڈ ٹوکن (Channelled Billed Toucan) نامی طوطے 48 سینٹی میٹر لمبے ہوتے ہیں۔ اس میں ان کی لمبی چونچ 8 تا 9 سینٹی میٹر ہوتی ہے۔ بلو ونگڈ مکاؤ (Blue- Winged Macaw) جن کی عمریں پچاس برس تک کی ہوسکتی ہیں کالی چونچ کے مالک ہوتے ہیں لیکن ان کے سینے پر پائے جانے والے رواں پیلے ہوتے ہیں۔ یہ طوطے ناپید ہوتے جارہے ہیں لہٰذا ان کو ان پرندوں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے جو Endangered کہے جارہے ہیں۔

آسٹریلیا سے وارد ایک مہمان نے آشرم کو Rose-breasted Galah Cockatoos کا ایک جوڑا تحفۂ پیش کیا تھا۔ یہ طوطے بھی کوئی ستر برس کی عمر پاسکتے ہیں۔ آشرم کے ایک نگراں کار نے بتایا کہ ان کو عمدہ غذا کا شوق

زیادہ ہے اور ایسی غذا کے لیے وہ انسانی قید بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ آشرم میں مختلف اقسام کے طوطوں کے یکجا ہونے کی وجہ سے نئی اقسام بھی جنم لے رہی ہیں۔ مثلاً Shamrock Cockatoo جو انتہائی رنگ برنگا ہے۔ Scarlet Macow اور Military Macaws کے اختلاط سے پیدا ہوا ہے اور نگراں کاروں کا محبوب پرندہ ہے۔

فین پام کوکاٹو (Fan PalmCockatoo) نامی طوطے اپنے سروں پر تاڑ کے پتوں جیسی کلغی رکھتے ہیں۔ نگراں کار بتاتے ہیں کہ ان کی چونچ انتہائی مضبوط ہوتی ہے اور درختوں کی باریک ٹہنیوں کو توڑ کر ان کو مزید باریک گچھوں (Strands) میں تقسیم کر سکتی ہے۔ یہ آسٹریلیا کے سب سے بڑے پرندے جانے جاتے ہیں جن کا وزن 1200 گرام تک ہو سکتا ہے۔

'شکھاونا' (Shukhavana) میں تقریباً دو ہزار طوطے موجود ہیں۔ ان کی اتنی اقسام کو یکجا پا کر کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا کی اس فطرت میں کس قدر نیرنگی اور تنوع ہے۔ دو برس قبل شکھونا کو گنیز بک آف ورلڈ رکارڈ میں صرف ایک ہی قسم کے پرندوں کی مختلف اقسام کو یکجا رکھنے کے لیے شامل کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ 'شکھاونا' کو بتدریج طوطوں کے مطالعہ اور تحقیق کے مرکز کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔

■

M.A. Siraj
19/1, Mosque Street
3rd Cross, J.C. Nagar
Bangalore - 560006 (Karnataka)

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر .... بتاریخ ....

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرتعاون سالانہ -/100 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: SYNB0009009

میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159, E-mail.:sales@ncpul.in

دستخط

غفار قادر

ایفل ٹاور

بلند و بالا اور خوبصورت عمارتیں ہر ملک کی ثقافت اور تاریخ کا حصہ ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو کسی قوم کے بارے میں جاننا ہو تو آپ ان کی عمارتیں دیکھ لیں۔ دنیا کے کئی ممالک میں مختلف ادوار میں ایسی کئی یادگار عمارتیں تعمیر ہوئیں کہ وہ ان ممالک کی پہچان بن گئیں۔ دنیا ایسی خوبصورت یادگار اور حیرت انگیز عمارتوں سے بھری پڑی ہے جو صدیوں سے ہر دور کی نسل کو مسحور اور حیران کرتی آئی ہیں۔ فرانس کے دارالحکومت پیرس میں واقع ایفل ٹاور کا شمار بھی ایسی بلند و بالا اور خوبصورت عمارتوں میں ہوتا ہے۔

پسِ منظر

ایفل ٹاور لوہے سے بنے ایک مینار کا نام ہے جو شہر پیرس میں دریائے سین کے کنارے واقع ہے۔ 1889 میں ایفل ٹاور کی رونمائی انقلاب فرانس کے ایک سو سالہ جشن کا حصہ تھی۔ اسے سو سالہ تقریب کے موقعے پر ہونے والی نمائش کے دروازے کے طور پر بنایا گیا تھا۔ اس مینار کو عالمی نمائش کے 20 سال بعد منہدم (ڈھا دینا) کیا جانا تھا لیکن بعد میں ا سے رہنے دیا گیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب ایفل ٹاور تعمیر کیا جا رہا تھا اس وقت پیرس کے 300 دانشوروں نے اس کی تعمیر کے خلاف حکومت سے احتجاج کیا تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ اس ٹاور کی تعمیر غیر ضروری ہے۔ آج یہ ٹاور دنیا میں فرانس کی سب سے زیادہ پہچانی جانے والی یادگار ہے اور اس کا شمار دنیا کے مشہور ترین سیاحتی مقامات میں ہوتا ہے۔

اسے ہر سات سال بعد نیا پینٹ کیا جاتا ہے جس کے لیے 60 ٹن پینٹ درکار ہوتا ہے۔ 1889 میں مکمل ہونے کے بعد 41 برس تک ایفل ٹاور کو دنیا کی بلند ترین عمارت ہونے کا اعزاز حاصل رہا۔ 1930 میں نیویارک امریکہ میں تعمیر ہونے والی کرائسز بلڈنگ نے ایفل ٹاور سے یہ اعزاز چھین لیا، تاہم

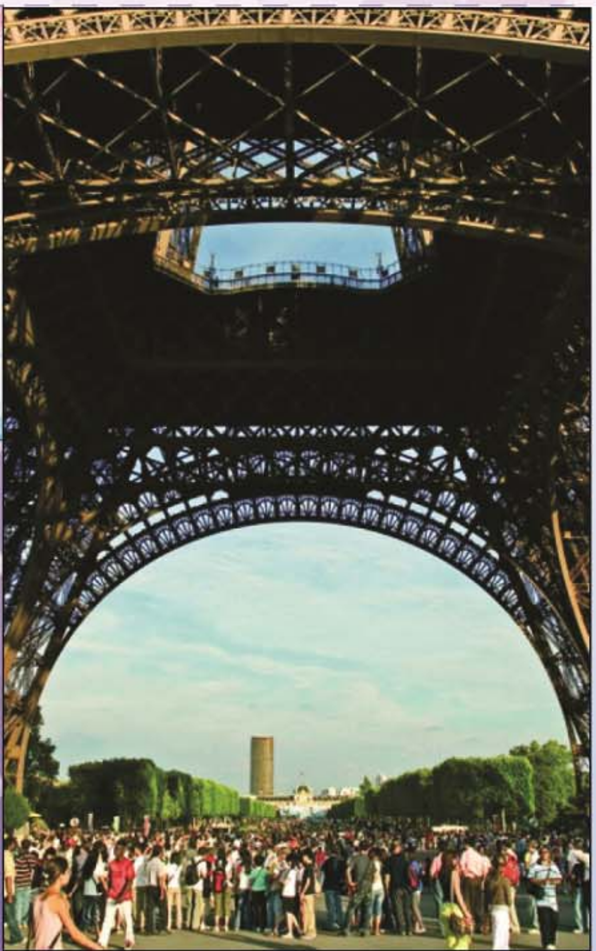

اس دور میں ایک اور دلچسپ موڑ اس وقت آیا جب ایفل ٹاور کے اوپر براڈ کاسٹنگ ایریل تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔اس تعمیر کے بعد ایفل ٹاور کرائسلر بلڈنگ کو پیچھے چھوڑتے ہوئے پھر سے دنیا کی بلند ترین عمارت بن گیا۔ایفل ٹاور کرائسلر بلڈنگ سے 2-5 میٹر (17 فٹ) بلند ہے۔ایک سال بعد 1931 میں نیویارک امریکہ میں ایک اور بلند و بالا عمارت ایمپائر اسٹیٹ تعمیر ہوئی اور پھر تو کئی بلند عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔فی الحال دبئی کا برج خلیفہ دنیا کی سب سے اونچی عمارت ہے۔

ایفل ٹاور کا آرکی ٹیکچر

ایفل ٹاور 324 میٹر یا 1063 فٹ بلند اور 10,100 ٹن وزنی ہے۔اس کی تعمیر میں لوہے اور اسٹیل کے 18,000 ٹکڑوں کا استعمال کیا گیا ہے جو مجموعی طور پر 25 لاکھ کیلوں کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔بنیادوں میں 40 فٹ تک پتھر اور لوہا بھرا گیا ہے اور بارہ ہزار لوہے کے شہتیر کام میں لائے گئے ہیں۔

یہ مینار چار شہتیروں پر کھڑا ہے۔ان میں ہر ایک 270 مربع فٹ رقبہ گھیرا ہے۔اس میں استعمال ہونے والے لوہے اور اسٹیل کا مجموعی وزن 7,3000 ٹن ہے، اس کے چاروں طرف ستونوں کے درمیان ایک محراب بنی ہوئی ہے جس کے تین پلیٹ فارم یا منزلیں ہیں۔پہلا پلیٹ فارم 189 فٹ، دوسرا360 اور تیسرا سطح زمین سے 906 فٹ اونچا ہے۔ایفل ٹاور کی تعمیر دو سال دو ماہ اور پانچ دن میں مکمل ہوئی۔اس کا ڈیزائن فرانس کے نامور انجینئر اور آرکیٹکٹ گستاف ایفل نے تیار کیا تھا جن کے نام پر اسے ایفل ٹاور پکارا جاتا ہے۔ایفل ٹاور کے 125 برس پورے ہونے کے موقعے پر مینار کی کشش میں اضافے کے لیے کئی اقدامات کیے گئے۔ان میں پلیٹ فارم کے فرش پر لگائی گئی موٹے لیکن شفاف شیشے کی وہ پلیٹیں ہیں جن سے سیاح اپنے پاؤں کے نیچے زمین کا منظر واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ٹاور کے چاروں کونوں میں چار بڑے بڑے گلاس فلور پینل لگائے گئے ہیں۔اس منصوبے پر چار کروڑ یورو لاگت آئی۔

ایفل ٹاور دنیا بھر میں سیاحوں کا پسندیدہ مقام ہے۔ہر سال 70 لاکھ سے زیادہ سیاح یہاں گھومنے آتے ہیں۔ایفل ٹاور کو دیکھنے اب تک 30 کروڑ سے زائد سیاح آچکے ہیں۔ایفل ٹاور کے تیسرے پلیٹ فارم پر واقع ریستوران میں ہر

وقت سیاحوں کا ہجوم رہتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے علاوہ پیرس میں کہیں اور کھانے کی چیزیں نہیں ملتی۔ ایفل ٹاور کا گھومنا مفت کا سودا نہیں ہے۔ اس کے لیے ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے۔ وسط جولائی سے اختتام اگست تک یہاں سیاحوں کی آمد اپنے عروج پر ہوتی ہے اور ٹکٹ خریدنے کے لیے عموماً دو گھنٹے لائن میں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ جس وقت سیاحوں کی آمد عروج پر نہیں ہوتی ان دنوں بھی ہفتے کے اختتامی دنوں میں ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے کم ازکم آدھے گھنٹے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ آن لائن خریدی کے ٹکٹ کے لیے بھی سیاحوں کو گھومنے کا وقت بتایا جاتا ہے اور بتائے گئے وقت پر پہنچنا ہوتا ہے۔ اگر کوئی سیاح بتائے وقت کے 30 منٹ کے اندر اندر نہ پہنچ پائے تو امکان یہی ہے کہ اسے داخلے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ 2017 میں داخلہ ٹکٹوں سے ہونے والی آمدنی 73 ملین یورو تھی۔

ایفل ٹاور کے ٹاپ فلور تک پہنچنے کے لیے تقریباً ہر شخص لفٹ کا استعمال کرتا ہے کیونکہ 665 سیڑھیاں چڑھنا انتہائی مشکل کام ہے۔ اس لیے اب ہر سال ایفل ٹاور کو سر کرنے کے لیے 'ورٹیکل ریس' کا انعقاد ہوتا ہے جس میں سیکڑوں ایتھلیٹ حصہ لیتے ہیں۔ ٹاور کو 7 منٹ 48 سیکنڈ کے مختصر وقت میں سر کرنے کا ریکارڈ ایتھلیٹ Lobodzing Kipictn کے پاس ہے۔

■

Ghaffar Qadir
Aziziya Nagar
Parbhani - 431401 (Maharashtra)
Cell: 8180897355

جوابات

امتیاز احمد انصاری

نیند: ایک عظیم نعمت

کتنی عظیم نعمت ہے نیند۔ اس کی اہمیت کا احساس اسی شخص کو ہوتا ہے جسے عیش و آرام کی تمام تر سہولتیں حاصل ہونے کے باوجود نیند جیسی دولت سے محروم رہنا پڑتا ہے۔ میٹھی نیند کی خواہش پوری کرنے کے لیے ایسے لوگ ہزاروں جتن کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نیند کی گولیوں کا سہارا لے کر نیند کی روٹھی ہوئی دیوی کو منانے کی کوشش کرتے ہیں مگر نیند ہے کہ آنکھوں سے بے وفائی کر جاتی ہے اور تمام رات نرم بستر پر کروٹیں بدلتے گزر جاتی ہے۔ حالانکہ قدرت نے انسان کا جسم اس طرح بنایا ہے کہ دن بھر کی جسمانی اور ذہنی تھکان کے بعد جب رات آکر اسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور پرسکون نیند مکمل کرنے کے بعد دوسری صبح جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے اندر ایک نئی توانائی آجاتی ہے اور وہ پوری طرح سے چاق وچوبند اور متحرک ہوکر روزمرہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

غور کیا جائے تو انسان اپنی عمر کا ایک تہائی حصہ سو کر یعنی نیند میں گزارتا ہے۔ ایک تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ انسان کھانے کے بغیر تو تقریباً دو مہینوں تک زندہ رہ سکتا ہے مگر نیند کے بغیر 11 دنوں سے زیادہ زندہ رہنا مشکل ہے۔ مختلف جانوروں کی نیند کے سلسلے سے چند دلچسپ حقائق کا پتہ چلا ہے۔ مثال کے طور پر بلی اپنی زندگی کا 70 فیصد حصہ سو کر گزارتی ہے، گھونگا لگاتار تین سال تک سو سکتا ہے جبکہ گھوڑا اپنی جگہ کھڑا کھڑا بھی نیند پوری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ نیند کی کمی کا براہِ راست اثر دماغ پر پڑتا ہے اور دماغ بہتر طریقے سے کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیند کی کمی سے فیصلہ کرنے کی صلاحیت میں کمی آجاتی ہے اور جسمانی اعمال ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ یہی نہیں خون کا دباؤ بڑھنا، ذیابیطس، گردہ کا عارضہ، دل کی بیماری، ہارٹ اٹیک، وزن میں اضافہ، ہاضمے کے نظام میں گڑبڑی اور یادداشت کی کمزوری بھی پرسکون نیند کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

نیند کی کمی یا بے خوابی کی یوں تو کئی وجوہات ہیں مگر ذہنی انتشار اور تناؤ کے علاوہ آلودہ ہوا بھی اس کی بڑی وجہ ہے۔ یونیورسٹی آف واشنگٹن کی اسسٹنٹ پروفیسر مارتھا بلنگس نے آلودہ ہوا کو نیند نہ آنے کی بڑی وجہ قرار دیا ہے۔ ایک کھوج سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آسمان پر جب نیا چاند نکلتا ہے تو نیند اچھی آتی ہے مگر مکمل چاند والی راتوں میں نیند میں کمی آجاتی ہے۔ نیشنل سلیپ فاؤنڈیشن (National Sleep Foundation) نے انسانی زندگی میں پرسکون نیند کو نہایت اہم قرار دیا ہے۔ اس فاؤنڈیشن کی تحقیق کے مطابق عمر کے الگ الگ حصوں میں نیند کی میعاد یا وقفہ مختلف ہوتا ہے۔ نوزائیدہ بچہ یعنی جس کی عمر پیدائش سے 3 ماہ تک ہوتی ہے، اسے روزانہ 14-17 گھنٹے سونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ 4-11 مہینے کے نومولود بچوں کو 12-15 گھنٹے اور ایک سال سے 2 سال کے بچوں کو 11-14 گھنٹے نیند پوری کرنا ضروری ہے۔ 3-13 سال تک کی عمر کے بچے روزانہ 10-13 گھنٹے، 14-17 سال کے کمسن بچوں کو 8-10 گھنٹے اور 16-64 سال تک کی عمر کے لوگوں کی 7-9 گھنٹے کی نیند ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح 65 سال سے زائد عمر کے لوگوں کے لیے روزانہ 7-8 گھنٹہ سونا کافی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ نیند جسمانی صحت کے لیے نہایت اہم ہے مگر حد سے زیادہ یا دن میں سونا عام طور پر بہتر نہیں جانا جاتا ہے۔ قدرت نے دن کو کام کرنے اور رات کو آرام کرنے کے لیے بنایا ہے۔ یوں تو دن میں ایک عام تندرست انسان کو سونے سے پرہیز کرنا چاہیے مگر دن میں کبھی سونے کی حاجت بھی ہو تو ایک گھنٹے سے زائد بالکل نہیں سونا چاہیے کیونکہ ایسی حالت میں جہاں ایک طرف ذیابطیس کا خدشہ بڑھ جاتا ہے، وہیں دوسری طرف نیند کی کی شکایت کے ساتھ دوسری بیماریوں کو قریب آنے کا موقع مل جاتا ہے۔

نیند کی اہمیت کے پیش نظر پرسکون نیند کے لیے درج ذیل گھریلو نسخے اپنائے جاسکتے ہیں:

* پرسکون نیند کے لیے ضروری ہے کہ رات کا کھانا سونے سے 2 سے 3 گھنٹے پہلے کھالیں۔
* رات کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر چہل قدمی بہتر نیند کے لیے سودمند ہے۔
* سونے سے قبل نیم گرم دودھ پینا پرسکون نیند لانے میں معاون ہوتا ہے۔
* رات کو سونے سے قبل مسالہ دار کھانا، چائے، کافی اور سگریٹ نوشی سے پرہیز کرنا چاہیے۔
* سونے سے پہلے دن بھر کی تمام پریشانیوں کو جھٹک دینا بہتر نیند لانے میں مددگار ہوتا ہے۔
* آرام دہ بستر، تیز روشنی اور شور شرابہ سے دوری اچھی نیند لانے کے لیے ضروری ہے۔
* دن میں سونے سے پرہیز اور سونے سے قبل سر کی ہلکی مالش سے نیند کا آنا آسان ہوتا ہے۔
* نیند کا ایک وقت مقرر کرکے جتنا ممکن ہوسکے، اس کی پابندی کرنے سے نیند بہتر آتی ہے۔

■

Imteyaz Ahmad Ansari
H/No: 24, Railpar Jahangiri Mohalla
Asansol- 2 (West Bengal)
Mob.: 9749289061

تسنیم فیضی

مضمون

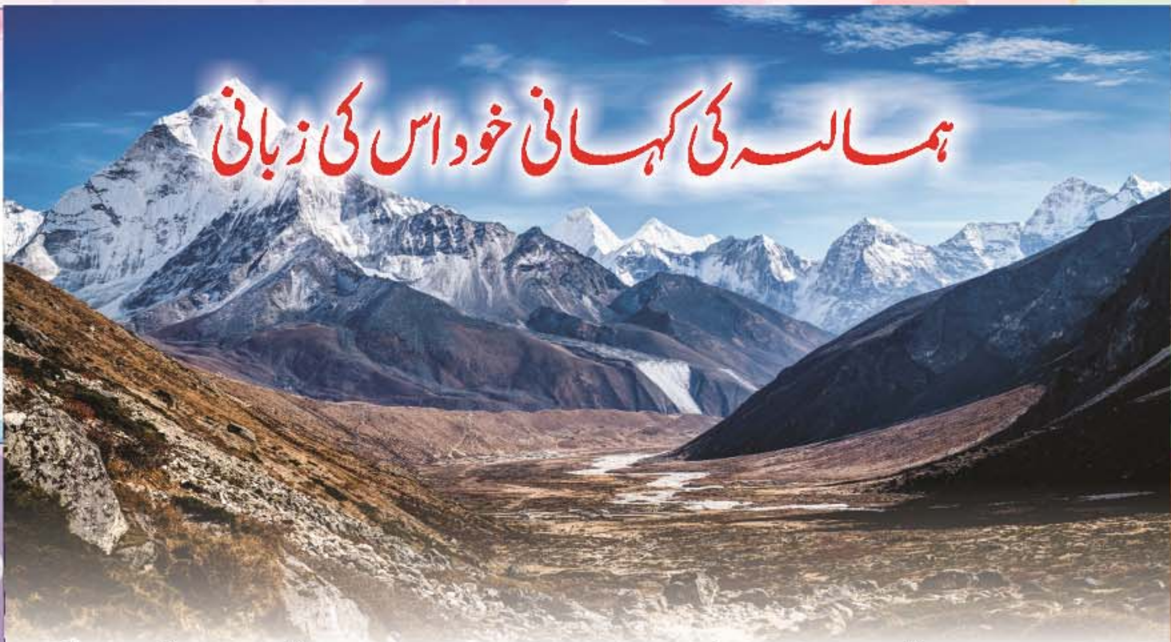

ہمالہ کی کہانی خود اس کی زبانی

سنیے ! میں ہندوستان کی شمالی سرحد سے بول رہا ہوں۔ میرا نام ہے ہمالہ۔

جب اراولی پہاڑ نے ہمالہ کی آواز سنی تو اسے بہت تعجب ہوا کہ دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ ہمالہ مجھ سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اراولی بولا میں بہت فخر محسوس کر رہا ہوں کہ تم دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ ہو کر بھی مجھ سے باتیں کر رہے ہو۔

اس پر ہمالہ نے کہا ارے دادا آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہو؟ میری پیدائش سے پہلے آپ ہی تو دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ تھے۔ آپ عمر میں مجھ سے بہت بڑے ہو۔ میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ اب آپ سیکڑوں برس پرانے ہو کے گھِس کر چھوٹے ہو گئے ہیں۔ اب بھی آپ مجھ سے بڑے ہو۔

ہم اُن انسانوں میں سے نہیں جو چھوٹے ہو کر جب پڑھ لکھ کر بڑے ہو جاتے ہیں یعنی اونچے عہدے پر پہنچ جاتے ہیں تو مدرس مدرّسہ سے اپنے کو بہت اونچا سمجھتے ہیں۔ کیوں دادا ٹھیک کہا نہ میں نے۔

اس پہ اراولی نے جذباتی ہو کر کہا ہاں ہمالیہ کہا تو ٹھیک ہے۔ لیکن تمھارے جیسے دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔ اچھا دیکھ تمھارے لیے میرے دل میں جذبات ابھر رہے ہیں۔ یہاں پڑے پڑے تمھاری تعریف کی بہت سی کہانیاں سنتا رہتا ہوں لیکن آج تم سے ہی تمھاری کہانی سننے کو دل میں امنگ اٹھی ہے۔ اگر وقت ہو تو سناؤ۔

ہمالہ نے کہا ضرور سناؤں گا۔ میری پہاڑی پامیر کے پٹھار سے شروع ہوتی ہے جو دنیا کی چھت کہلاتا ہے۔ پامیر کے پٹھار سے میرے کئی ساتھی جیسے ہودکُش، کاراکورم، نیلمان وغیرہ چاروں سمت پھیلے ہیں۔ میں دکن مشرق سے نکل کر ہندوستان کے شمال میں تلوار کی طرح پھیلا ہوا ہوں۔ میری ایک شاخ دکن میں مڑ گئی ہے جو برہما میں ہے اسے اراکان پیمو اور پراسین یوما کہتے ہیں۔ میں جس جگہ کھڑا ہوں یہاں

برسوں پہلے ایک چھچلا سمندر تھا لیکن ایک بار بہت زور کا زلزلہ آیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین کے بہت سے حصے ابھرے، بہت سے دبے۔ بہت سے برصغیر آپس میں ملے ہوئے تھے الگ ہوگئے جیسے آسٹریلیا، افریقہ وغیرہ۔ ارے دادا تمھیں یہ بات معلوم ہوگی کیونکہ تم مجھ سے بہت پرانے ہو۔

اراولی نے کہا ہاں معلوم تو ہے لیکن تم کہتے جاؤ بڑا اچھا لگ رہا ہے مجھے۔ ہمالیہ نے پھر کہنا شروع کیا ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ میری جگہ جو سمندر تھا وہ ڈھک گیا اور اس جگہ کی زمین اونچی اٹھ گئی۔ یہی ہے میری پیدائش۔ اب میں ہمالہ کے نام سے مشہور ہوں کیونکہ میں اتنا اونچا ہوں کہ میرے اوپر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے۔ ہم کا مطلب ہے برف اور آلہ کا مطلب ہے گھر۔ یہی ہمالہ نام کی سچائی ہے۔

ہمالہ میری مشرق سے مغرب کی لمبائی 2000 میل ہے، چوڑائی 200 میل تک ہے۔ اونچائی 29000 فٹ ہے۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا۔ میں تین حصوں میں بٹا ہوا ہوں۔ مہا ہمالہ۔ اُپ ہمالہ اور لگھو ہمالہ۔

(1) مہا ہمالہ کا حصہ سندھ ندی جہاں سے شروع ہوتی ہے وہاں سے برہم پتر کے موڑ تک پھیلا ہے۔ اس کی اوسط اونچائی 20000 فٹ ہے۔ یہاں میری کئی اونچی اونچی چوٹیاں ہیں جیسے ایورسٹ، دھول گری، کنچن جنھگا وغیرہ۔ سب سے اونچی چوٹی ایورسٹ 29191 فٹ اونچی ہے۔

(2) لگھو ہمالیہ: مرے اِس حصہ کی اوسط اونچائی 15000 فٹ ہے۔ یہاں ہندوستان کی ساری ٹھنڈی جگہیں ہیں جیسے نینی تال، شملہ وغیرہ پائی جاتی ہیں۔

(3) اُپ ہمالہ: میرا یہ حصہ گنگا سندھ کے میدان کے پاس ہے۔ اس حصہ میں کئی درّے ہیں، گھاٹیاں ہیں۔ انھیں دوار اور دون کہتے ہیں۔ میرے نچلے حصے میں جنگل بھی اُگے ہیں۔ انھیں ترائی کا میدان بھی کہا جاتا ہے۔

مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ میں ہندوستان کے لیے بہت مفید ہوں۔ میری ہی وجہ سے ہندوستان میں زیادہ بارش ہوتی ہے۔ مجھ سے جو ندیاں نکلتی ہیں وہ سال بھر پانی سے بھری ہوتی ہیں اور اپنے ساتھ زرخیز مٹی بہا کر لے جاتی ہیں جس سے گنگا سندھو جیسا زرخیز میدان بنتا ہے۔ یہ بہت زیادہ زرخیز میدان ہے۔ اس کے ایک حصے میں گنا اگتا ہے تو دوسرے میں گیہوں۔ اگر میں نہیں ہوتا تو وسط ایشیا کی ہوائیں ہندوستان کو رکھا اجاڑ کر دیتیں۔ اس طرح میں بھارت کی شمال سے حفاظت کرتا ہوں۔ مجھ میں بہت سے کھنج پدار پتھر پائے جاتے ہیں۔ میرے قدرتی مناظر دیکھنے کے لیے دور دور سے لوگ آتے ہیں۔ اس طرح بھارت سرکار کی آمدنی ہوتی ہے اور مختلف لوگوں کو دیکھنے کے لیے مجھے مزا بھی آتا ہے۔

کئی لوگ میری اونچی چوٹیوں پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے بہت خوش ہوتا ہوں۔

اتنا کہہ کر ہمالہ نے اراولی سے پھر کہا اب دادا میں اجازت چاہتا ہوں کسی اور دن بات کریں گے۔

اراولی نے ہمالہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا تمھارے ساتھ میرا وقت بہت اچھا گزرا۔

■

Tasneem Faizi
Borsion Dr. Prof Age I Saleem
Mahfooz Manzil, BehindSodhi Transport
Dr. Firdaus ki Gali,Nimbakar Gate No 2
Gawalior - 474009 (MP)

گھڑی

میں ہوں گھڑی اک ٹک ٹک کرتی
دو کانٹوں سے گھومتی پھرتی
سب سے میرا نرالا ہے ڈھب
کہتے مجھ کو گھڑی گھڑی سب
چلتے رہنا کام ہے میرا
سب کو یہی پیغام ہے میرا
بچو! اشارے پر تم میرے
سوکر جاگتے صبح سویرے
لکھو کاپی پر یہ قلم سے
چلتا مدرسہ میرے ہی دم سے
ساتھ میرا جس نے ہے چھوڑا
میں نے بھی منہ اس سے موڑا

Aleem Saba Naveedi
No: 192/266, Triplicane, High Road
Flat No: 16, Second Floor, Rice Mandi Street
Chennai - 600005 (TN)

پیڑ نہ کٹنے پائیں

دور دور سے پنچھی آئیں
پیڑ پہ بیٹھیں گیت سنائیں
سرد ہوئی ہیں گرم ہوائیں
دنیا کو سرسبز بنائیں
دیکھو پیڑ نہ کٹنے پائیں

پھولوں سے ہر شاخ لدی ہے
کیسی ٹھنڈک پھیل رہی ہے
دنیا ان سے ہری بھری ہے
پیڑ پھلوں کے تحفے لائیں
دیکھو پیڑ نہ کٹنے پائیں

پیڑ زمیں کا ہیں سرمایہ
دوست، معلم اور ہم سایہ
دھوپ میں دیتے ہیں یہ سایہ
جنگل سے آتی ہیں صدائیں
دیکھو پیڑ نہ کٹنے پائیں

Dr. Muhammad Asadullah
30, Gulsitan Colony, Near Panday
Amrai Lance
Nagpur - 440013 (Maharashtra)

تنویر اختر رومانی

دل کو دریا کرنا سیکھو

سب کو مت بیگانہ سیکھو
دل کو دریا کرنا سیکھو

جو ہیں رشتے دار تمھارے
ان سے ملنا جلنا سیکھو

کینہ بغض ہیں زہر ہلال
ان سے دور ہی رہنا سیکھو

مکاری سے دور ہی رہنا
دل سے مخلص ہونا سیکھو

در سے کوئی نہ خالی جائے
کچھ نہ کچھ تو دینا سیکھو

وقت پڑے تو کام آجائیں
یوں احباب بنانا سیکھو

کوئی کسی سے چیز اگر لو
اس کو واپس کرنا سیکھو

اوروں کا نقصان کرو تو
ہرجانہ بھی بھرنا سیکھو

باطن بھی ہو ظاہر جیسا
دونوں یکساں رکھنا سیکھو

■

Tanweer Akhtar Roomani
At: Azad Nagar, PO: Maango
Jamshedpur - 831012 (Jharkhand)

محمود اختر

سب سے اچھا بچہ

وہ بچہ سب سے اچھا ہے   سب کی آنکھ کا تارا ہے
مل گئی جس کو علم کی دولت   سارے جگ سے نیارا ہے

ہر اک پل وہ سچ ہی بولے   جب بھی وہ کوئی کام کرے
جب دیکھے اُستاد کو اپنے   فوراً انھیں سلام کرے
ان کی عظمت جس کے دل میں   اس کا گھر اُجیارا ہے
وہ بچہ سب سے اچھا ہے......سب کی......
ہے یہ تمنا ان کے دل کی   ایسا کوئی کام کرے
علم و ہنر جو سیکھ کے بیٹا   جگ میں اپنا نام کرے
پیار سے ساری دنیا بولے   کس کا راج دلارا ہے
وہ بچہ سب سے اچھا ہے...... سب کی
جب وہ گھر سے نکلتا ہے   پڑھنے کے لیے جو چلتا ہے
رستے میں خدا کی رحمت کا   اک نور سا دل میں جلتا ہے
اس نیک عمل کی برکت سے   ہر فن پہ اُس کا اجارہ ہے
وہ بچہ سب سے اچھا ہے......سب کی......
پیارے نبیؐ کا قول ہے یہ   مشکل کچھ بھی اٹھانا پڑے
علم کو تم حاصل کرنا   چاہے چین ہی جانا پڑے
علم سے دنیا ہے روشن   یہ اختر کا نعرہ ہے

■

Mahmood Akhtar
Usmanpur, Jalalpur
Ambedkar Nagar (UP)

کہانی

چالاک نائی

ایک نائی تھا۔ وہ بہت چالاک تھا۔ایک دن بازار سے بیگن خرید کروہ گھر لوٹ رہا تھا کہ اسے راستے میں ایک شیر مل گیا۔شیر نائی کودیکھتے ہی خوشی سے ناچنے لگا۔

نائی بھی ناچنے لگا۔نائی کوناچتا ہوادیکھا توشیر رک گیا۔

میں تو اس لیے ناچ رہا ہوں کہ کئی دنوں کے بعد مجھے آدم زاد ملا ہے۔نرم نرم گوشت کی لذت یاد کر کے میرے منہ میں پانی آرہا ہے۔مگر تم کیوں ناچ رہے ہو؟(شیر نے حیرانی سے پوچھا)

میرے دادا کا انتقال ہو گیا ہے۔آج ان کا تیرہی سنسکار ہے۔اب تک شکار کر کے نوشیروں کا دل حاصل کر چکا ہوں۔دسویں شیر کے دل کی تلاش میں میں ادھر آیا تھا۔اب تم مل گئے تو میں خوشی سے ناچنے لگا کہ دادا کا تیرہی سنسکار میں دھوم دھام سے کرسکوں گا۔نائی نے آنکھوں میں خوشی لاتے ہوئے جواب دیا)

اتنا سنتے ہی شیر کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔وہ خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔خودکوسنبھالتا ہوا وہ جدھر منہ کر کے کھڑا تھا اسی طرف بھاگنے لگا۔نائی نے اسے دوڑالیا۔آگے آگے شیر اس کے پیچھے نائی۔شیر بھاگتے بھاگتے جب تک اپنی ماند کے پاس پہنچا تھک کر چور ہو گیا۔وہ ماند کے سامنے رک گیااور نائی سے گڑگڑا کر اسے چھوڑ دینے کی منت کرنے لگا۔

کچھ لے لو، مگر میری جان چھوڑ دو(آنکھوں میں آنسو بھر کر شیر نے نائی سے ونتی کی)

لاؤ.....جو کچھ ہے تمھارے پاس.....(نائی نے غرا کر رعب جمایا)

شیر ماند کے اندر سے ڈھیر سارا سونا چاندی لے آیا جو اس نے آدم زاد کو کھانے کے بعد ان کے بدن سے اکٹھا کیا تھا۔نائی کے سامنے رکھ کر وہ اس کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔

جاؤتمہیں آج چھوڑ دیتا ہوں۔

نائی نے سینا اونچا کر کے اس کی جان بخشی، سارا سونا چاندی سمیٹا اور خوشی خوشی اپنے گھر واپس چل پڑا۔

مگر راستے میں اس کے پیچھے چور لگ گئے۔گھر پہنچ کر نائی نے ہوشیاری سے سارا زیور گھر کے اندر چھپا دیا۔اور اپنی بیوی سے پھاوڑا منگا کر گھر کے سامنے پڑی خالی زمین کو یہاں وہاں سے کھود کھاد کر مٹی دوبارہ برابر کر دی۔

رات میں چوروں نے گھر کے چاروں طرف بہت تلاش کیا مگر کچھ ہاتھ نہیں لگا۔تنگ آ کر اگلی رات چوروں نے نائی کے کھیت کو ایک طرف سے کھود دیا مگر پھر بھی کچھ نہیں ملا۔

نائی صبح اٹھا تو دیکھا کہ اس کا کھیت کھودا ہوا ہے۔وہ بہت خوش ہوا۔

ارے بھاگوان.....!دیکھ ہمارا کھیت کسی بھلے مانس نے راتوں رات جوت دیا ہے۔ذرا بیج تو نکال کھیت میں بونے کے لئے۔اس میں گیہوں کی فصل اچھی ہو جائے گی۔(نائی نے اپنی بیوی کو پکارا)

جب فصل پک گئی تو چوروں نے کہا ''یہ نائی بہت چالاک ہے۔چلو اس کی فصل کاٹ لیتے ہیں۔''

آدھی رات کو نائی بھی فصل کاٹنے کھیت پر پہنچ گیا۔تم کون ہو؟(چوروں نے اس سے پوچھا)

بھئی تم سب دن کے چور میں ایک دن کا چور۔

سب نے مل کر فصل کاٹی۔سارا اناج کاٹ پیٹ کر صاف کیا۔بورے میں رکھ کر جب جانے کی تیاری ہوئی تو سب نے مشورہ کیا کہ کس طرف سے جانا چاہیے؟

اسی بدمعاش نائی کے گھر کی طرف سے۔نائی نے اپنا مشورہ دیا۔سب اسی طرف سے چل پڑے۔سب نے اپنے سر پر اناج کی بوری اٹھا رکھی تھی۔چلتے چلتے جب نائی کے گھر کے سامنے سے گزرنے لگے تو نائی نے شور مچانا شرع کر دیا۔

چور.....چور.....چور.....!

چور جلدی جلدی اپنے سر سے بوری وہیں پٹک کر سر پٹ بھاگے۔

نائی نے بیوی کو آواز لگائی۔اری بھاگوان اٹھ.....،صبح ہوگئی ہے،لے اناج کی بوریاں گھر میں رکھ۔چوروں نے کاٹ پیٹ کر اناج ہمارے گھر پہنچا دیا ہے۔

نائی سے مات کھانے پر چور پھر دانت پیس کر رہ گئے۔

اب کی چوروں نے نائی کی بیوی کو اٹھا لے جانے کا مشورہ کیا۔

دوسرے دن آدھی رات گزر جانے کے بعد چوروں نے نائی کے گھر کے پیچھے سے ایک سرنگ بنائی۔سب اندر آ گئے۔گھر کا دروازہ کھولا اور نائی کی بیوی کی چارپائی کے پائے پکڑ کر گھر سے لے کر باہر آئے اور جلدی جلدی قدم بڑھانے لگے۔

چارپائی ہلنے ڈلنے لگی تو نائی کی بیوی کی آنکھ کھل گئی۔اس کی چارپائی کیوں ہل رہی ہے.....؟(اس نے ہلکی نیند میں سوچا)چلتے چلتے چور جب ایک برگد کے نیچے سے گزرے تو نائی کی بیوی درخت کا بھنور پکڑ کر اوپر چڑھ گئی۔

چور،چارپائی لے کر آگے چلتے رہے۔چوروں میں ایک کانا تھا۔کچھ آگے جانے پر اس نے کہا''ارے یار! چارپائی ہلکی لگ رہی ہے۔''سب چوروں نے اس کو ڈپٹ دیا۔بے وقوفی کی بات مت کرو۔جلدی چلو،صبح ہونے والی ہے۔مگر کانا

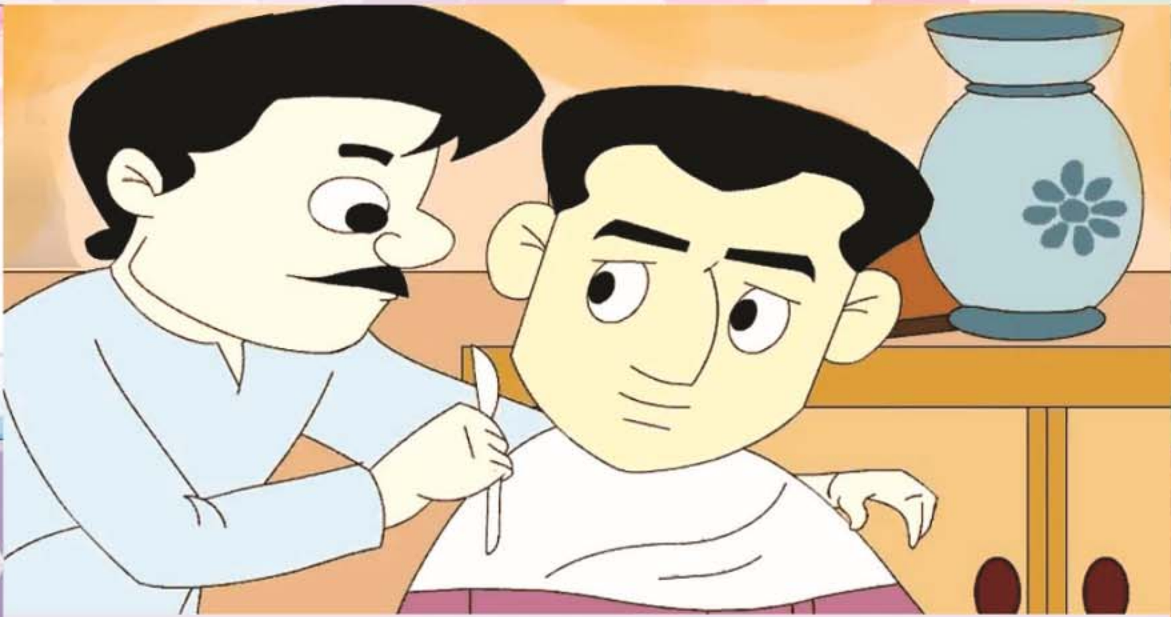

چوراڑ گیا۔چار پائی ہلکی لگ رہی ہے۔ایک بار نیچے اتارو۔

سب نے چار پائی نیچے اتاری۔نائی کی بیوی نہیں تھی۔

سب لوگ کانے چور کی بات پر قائل ہو گئے۔

اچھا دوست یہ بتاؤ ''چار پائی ہلکی کہاں سے لگ رہی تھی؟

''اسی برگد کے پیڑ سے۔'' کانے چور نے کہا۔

سب واپس لوٹے۔مشورہ کر کے ایک چور پیڑ پر چڑھ گیا۔

اوپر نائی کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی۔چور کو دیکھ کر اس نے کہا ''چلو شادی کر لیتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔چلو کر لیتے ہیں۔'' چور نے کہا۔

''کیسے ہوتی ہے شادی؟'' چور نے شوق سے پوچھا۔

''تم میری ناک پکڑو میں تمھاری ناک پکڑوں۔میرے یہاں ایسا ہی رواج ہے۔'' نائی کی بیوی نے کہا۔

نائی کی بیوی نے چور کی ناک پکڑی تو چور نے کچھ نہیں کہا۔

جب چور نے نائی کی بیوی کی ناک پکڑی تو نائی کی بیوی نے چور کی ناک کو دانت سے پکڑ کر زور سے کاٹ لیا۔

چور درد سے بلبلا اٹھا۔

اور لڑکھڑا کر درخت کی اوپر والی شاخ سے نیچے گرا۔ سناٹے میں اتنے زور سے کھڑکھڑانے کی آواز آئی تو سبھی چور ڈر گئے۔اوپر سے کسی بھوت نے حملہ کر دیا ہے یہ سمجھ کر سب بھاگ کھڑے ہوئے۔اس طرح نائی پھر سے جیت گیا اور خوش خوش رہنے لگا۔

■

Dr. K. Nilofer
Asst. Director, Student Service Centre (SSC)
Adjacent to PNB
IGNOU, Maidan Garhi
New Delhi - 110068

خرم عماد

کہانی

بہادر لڑکے

اور تنگ آ کر ایک دن دونوں بھائیوں نے گھر چھوڑ دیا.....

واسع کی عمر تھی پندرہ سال اور فرقان کی تیرہ سال.....

دونوں سگے بھائی تھے لیکن ماں اُن کی سوتیلی تھی۔ واسع یہی کوئی پانچ سال کا رہا ہوگا اور فرقان شاید تین سال کا، جب کسی جان لیوا بیماری نے اُن کی پیاری امی جان کو ان سے چھین لیا۔ ان کی پرورش کے لیے ابو نے دوسری شادی کر لی۔ سوتیلی ماں شروعات میں تو ان دونوں بھائیوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتی رہی لیکن آہستہ آہستہ اپنا اصلی رنگ دکھانا شروع کر دیا۔ انھیں بات بات پر کوستی کاٹتی رہتی، انھیں مارتی لیکن دونوں بھائیوں نے کبھی پلٹ کر جواب نہیں دیا۔ وہ بڑوں کی عزت کرنا جانتے تھے۔ ابو دوسرے گاؤں میں ملازمت کرتے تھے اور ہفتے میں صرف ایک دن کے لیے گھر آیا کرتے تھے۔ واسع اور فرقان ابو سے سوتیلی ماں کی کبھی شکایت نہیں کرتے تھے۔ وہ صبر سے کام لے رہے تھے لیکن صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے اس لیے تنگ آ کر ایک دن دونوں بھائیوں نے گھر چھوڑ دیا.....

گھر سے نکل کر کچھ سوچے سمجھے بغیر وہ بس چلتے چلے گئے اور جب انھیں بھوک لگی تو احساس ہوا کہ وہ بہت دور نکل آئے ہیں۔ واسع کی جیب میں کچھ بھُنے ہوئے چنے تھے جو اس نے گھر سے نکلتے وقت اپنے ساتھ لے لیے تھے۔ اس نے کچھ چنے فرقان کو دیے اور اپنے حصے کے چنے کھانے والا ہی تھا کہ اس کی نظر سامنے سے آ رہے ایک بوڑھے شخص پر پڑی۔ بوڑھے کے لڑکھڑاتے قدم اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ وہ بھوک سے نڈھال ہے۔ واسع نے اپنی بھوک کی پروا کیے بغیر اپنے حصے کے چنے بوڑھے کو دے دیے۔ یہ دیکھ کر فرقان نے بھی اپنے چنے بوڑھے کے کپکپاتے ہاتھوں پر رکھ دیے۔ چنے کھانے کے بعد بوڑھے کی جان میں جان آئی، اس نے احسان مند نظروں سے دونوں کا شکریہ ادا کیا اور

پوچھا، ”تمھیں ان چنوں کے بدلے میں کیا چاہیے۔“
دونوں بھائیوں نے یک زبان ہو کر کہا، ”کچھ بھی نہیں، بس ہمارے لیے اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ ہماری پریشانیاں ختم ہو جائیں۔“

یہ سن کر بوڑھا مسکرانے لگا۔ اس نے دونوں بھائیوں کی پیٹھ تھپتھپائی اور بولا، ”تم میرے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ میں ایک جن ہوں اور میرے پاس ایک جادوئی غلیل ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ میں یہ غلیل کسی ایسے انسان کو دوں گا جو نیک اور خدا ترس ہو۔ اب یہ غلیل تمھاری ہوئی۔ اس کا ایک ہی وار دشمن کا کام تمام کر سکتا ہے مگر اس کا غلط استعمال کبھی مت کرنا۔“ یہ کہہ کر بوڑھے نے ایک سادہ سی غلیل ان کے سامنے رکھ دی اور تیزی سے چلتا ہوا جھاڑیوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔ واسع نے غلیل اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لی اور دونوں بھائی پھر سے آگے کی طرف چل پڑے۔

چلتے چلتے دونوں ایک گاؤں میں پہنچ گئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ ایک گھنے برگد کی چھاؤں میں گاؤں کے بہت سارے لوگ جمع تھے۔ ان کے چہروں پر خوف اور اداسی صاف نمایاں تھی۔ گاؤں کے سرپنچ ایک چارپائی پر فکر مند بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پہلو میں بیٹھے پنڈت جی بہت رو رہے تھے۔

واسع نے وہاں کھڑے ایک شخص سے اس کی وجہ پوچھی۔ اس نے بڑے غمگین لہجے میں بتایا ”کچھ دنوں سے ہمارے گاؤں میں ہر شام کالی نام کا ایک دیو آتا ہے جسے نوجوان لڑکے لڑکیوں کا خون پینا پسند ہے۔ ہر شام وہ گاؤں کے کسی نوجوان کو اٹھا کر لے جاتا ہے اور اس کا خون چوس کر لاش کو جنگلی درندوں کے آگے پھینک دیتا ہے۔“

”تو آپ لوگ اس کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔“ فرقان نے سوال کیا۔

”ہم نے کئی بار کوشش کی لیکن سارے گاؤں والے مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر پائے۔ اس کی بے پناہ طاقت کے سامنے ہم سب بے بس ہیں۔ اس بار کالی نے پنڈت جی کی لڑکی کوشلیا کو لے جانے کی دھمکی دی ہے اس لیے پنڈت جی رو رہے ہیں۔ نازوں کی پلی ان کی ایک ہی بیٹی ہے۔“

اچانک سرپنچ جی کھڑے ہوئے اور گلا کھنکارنے کے بعد کہنے لگے، ”جو کوئی کالی دیو کے قہر سے ہمیں نجات دلائے گا، اسے دو ہزار سونے کے سکے بطور انعام دیے جائیں گے۔“ یہ کہہ کر وہ سارے گاؤں والوں کی طرف دیکھنے لگے لیکن سارے گاؤں والوں نے اپنے چہرے نیچے کر لیے۔ یہ دیکھ کر پنڈت جی اور زیادہ رونے لگے۔

واسع اور فرقان نے ایک دوسرے کی جانب مسکراتے ہوئے دیکھا اور چلا کر کہا، ”سرپنچ جی، ہم دونوں بھائیوں کو اس کالی دیو سے مقابلے کی اجازت دیجیے۔ ہم اس کا کام تمام کرنے ہی یہاں آئے ہیں اور آپ دو ہزار سونے کے سکوں کا انعام تیار رکھیے۔“

گاؤں کے سارے لوگ حیرت اور خوشی سے دونوں بھائیوں کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر دونوں بھائی پنڈت جی کے پاس پہنچے اور انھیں ہمت دلاتے ہوئے کہا، ”پنڈت جی، آپ بالکل فکر نہ کریں۔ کوشلیا آپ کی بیٹی اور ہماری بہن ہے۔ اپنی بہن کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ آج شام کالی دیو آئے گا ضرور لیکن زندہ واپس نہیں جائے گا۔“

پنڈت جی نے آنسو پونچھتے ہوئے سر اٹھا کر دونوں کی طرف دیکھا اور بہت ہی مایوسانہ انداز میں کہا، ''بڑے بڑے پہلوان کالی دیو کے سامنے ہمت ہار چکے ہیں۔ کیا تم سچ میں اس کا مقابلہ کر پاؤ گے۔''

واسع نے کہا، ''وہ آپ ہم پر چھوڑ دیں۔ ہم ہمت بتاتے نہیں بلکہ دکھاتے ہیں۔ کیوں فرقان۔''

فرقان نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

ویسے تو گاؤں کے سرپنچ کو یہ بات کچھ ہضم نہیں ہوئی لیکن ان کے پاس اور کوئی چارا بھی نہیں تھا۔ انھوں نے کچھ دیر سوچا پھر کہنے لگے، ''اگر کالی دیو سے مقابلے میں تم دونوں بھائیوں کو کچھ نقصان پہنچا تو میری یا میرے گاؤں والوں کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔''

''سرپنچ جی، آپ ہمارے نقصان کی فکر نہ کریں۔ اب نقصان تو بس کالی دیو کا ہوگا، جان کا نقصان۔ ہمیں دو چیزیں چاہئیں، ایک موٹا رسّہ اور ایک قد آدم بجوکا۔'' واسع نے جواب دیا۔

''یہ بجوکا کیا ہوتا ہے'' سرپنچ نے دریافت کیا۔

''ارے وہی بانس پر بنایا جانے والا کپڑے کا پتلا جو آپ کھیتوں میں پرندوں کو ڈرانے کے لیے کھڑا کرتے ہیں۔'' فرقان نے کہا۔

گاؤں والوں نے ایک موٹا سا رسہ اور بجوکا دونوں بھائیوں کے حوالے کر دیا اور وہ سمت بھی بتا دی جدھر سے کالی دیو گاؤں میں داخل ہوتا تھا۔ اس جانب تقریباً دو کلومیٹر کی دوری پر ایک ندی بہتی تھی۔ ندی کے کنارے پر کئی ناریل کے پیڑ تھے۔ کالی دیو نوجوانوں کو اٹھا کر وہیں لے جاتا تھا اور ان کا گلا کاٹ کر خون پی لیتا تھا۔

دن ڈھلنے سے پہلے ہی دونوں بھائی ندی کے کنارے پہنچ گئے اور ناریل کے ایک پیڑ کے نیچے بجوکا کو بالکل ایک

لڑکی کی طرح سجا کر کھڑا کر دیا۔ موٹے رسے کا پھندا بنا کر درخت پر اس طرح لٹکا دیا کہ وہ آسانی سے نظر بھی نہ آئے اور جب کالی دیو بجوکا کو لڑکی سمجھ کر حملہ کرے تو اس کی گردن میں پھینکا بھی جاسکے۔ رسّے کا دوسرا سرا فرقان کے ہاتھ میں تھا کر واسع جیب سے جادوئی غلیل نکالنے لگا لیکن یہ کیا غلیل اس کی جیب میں تھی ہی نہیں۔ شاید وہ راستے ہی میں کہیں گر گئی تھی۔

ابھی دونوں اس کے بارے میں بات ہی کر رہے تھے کہ ندی کے دوسرے کنارے سے ایک کالی شکل والا دیو نمودار ہوا۔ فرقان نے واسع کی طرف گھبراتے ہوئے دیکھا۔ واسع نے فرقان کو ڈھارس بندھائی ''یہ وقت ہمت ہارنے کا نہیں ہے۔ ہمارے پاس جادوئی غلیل نہیں ہے تو کیا ہوا، ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

کالی دیو قہقہے لگاتا ہوا ناریل کے پیڑ کے نیچے بجوکا کے پاس پہنچ گیا۔ قریب پہنچتے ہی اسے پتہ چل گیا کہ یہ لڑکی نہیں ہے بلکہ کپڑے کا پتلا ہے۔ وہ غصے سے بلبلا اٹھا اور اوپر سر اٹھا کر آنکھیں بند کر کے زور زور سے چلانے لگا۔ فرقان کو لگا کہ یہی صحیح موقع ہے۔ اُس نے موٹے رسے کا پھندا کالی دیو کی گردن میں اتار دیا اور لگا کھینچنے لیکن اتنے بھاری بھرکم دیو کے مقابلے فرقان کی کیا بساط۔ تبھی واسع نے دیکھا کہ پاس ہی ایک بیل گاڑی کھڑی تھی جس میں دو ہٹے کٹے بیل جتے ہوئے تھے۔ اس نے فرقان کو اشارہ کیا اور دونوں نے مل کر آناً فاناً رسّے کے دوسرے سرے کو بیل گاڑی سے باندھ دیا۔ اس سے پہلے کہ کالی دیو اپنی گردن کو پھندے سے آزاد کر پاتا، دونوں بھائیوں نے بیلوں کو مخالف سمت میں ہانکنا شروع کر دیا۔ یہ ترکیب کام کر گئی۔ بیلوں نے مخالف سمت میں دوڑ کر کالی دیو کو پھانسی کے پھندے پر جھلا دیا۔ کالی دیو کچھ دیر تک تو ہلچل کرتا رہا، پھر دم گھٹ جانے سے اس کی موت ہوگئی۔

گاؤں والے دور جھاڑیوں میں چھپے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی انھیں یقین ہوگیا کہ کالی دیو مر چکا ہے تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ وہ نعرے لگاتے ہوئے جھاڑیوں سے نکل آئے۔ کچھ تو کالی دیو کی لاش کے پاس جا کر ناچنے لگے اور کچھ نے واسع اور فرقان کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا۔ سرپنچ کو خبر پہنچی تو دو ہزار سونے کی سکے لے کر دوڑے دوڑے چلے آئے۔

انعام حاصل کر کے واسع اور فرقان نے طے کیا کہ گھر واپس لوٹ چلتے ہیں۔ ابو ہماری بہادری کا کارنامہ سن کر خوش ہو جائیں گے اور دو ہزار سونے کے سکّے دیکھ کر ممکن ہے سوتیلی ماں کا بھی دل نرم پڑ جائے۔ لہٰذا دونوں بھائی اپنے گاؤں کی طرف چل پڑے۔ گھر پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ ابو چارپائی پر اُداس لیٹے ہیں۔ جب انھوں نے واسع اور فرقان کو دیکھا تو مارے خوشی کے دونوں کو گلے لگا لیا۔ دونوں بھائیوں نے سفر کا سارا احوال انھیں سنایا اور سوتیلی ماں کے بارے میں دریافت کیا تو والد نے بتایا کہ انھوں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے۔ پھر تینوں مل کر ہنسی خوشی اپنے گھر میں رہنے لگے۔

■

Khurram Imad
'Saiban', Zubair Colony
Hagarga Cross, Ring Road
Gulbarga - 585104 (Karnataka)

کہانی

متین الدین

کامیاب زندگی

سالم اپنے باپ کے ساتھ اس انداز سے رہتا تھا۔ مانو وہ باپ بیٹے ہی نہیں بلکہ آپس میں دوست ہوں۔ سالم بے جھجک باپ سے ایسے ایسے سوال کرڈالتا کہ باپ کو سالم کو سمجھانا بھی مشکل ہوجاتا۔ ایک دن سالم نے باپ سے کہا: پاپا یہ کامیاب زندگی کیا ہے؟ پاپا سالم پر پیار بھری نظر ڈالتے ہوئے مسکرا دیے اور کچھ سوچتے ہوئے فرمانے لگے۔ بیٹا کبھی شہد کی مکھیوں کا چھتہ دیکھا ہے۔ پاپا نے کہا: بیٹا بس یہی کامیاب زندگی ہے۔ دیکھیے اس چھتے میں بے شمار مکھیاں ہوتی ہیں۔ انھیں میں ایک رانی (ملکہ) مکھی بھی ہوتی ہے جس میں سے ایک خاص قسم کی بو آتی ہے۔ اسی بو کی وجہ سے ساری مکھیاں اس کا پیچھا کیے رہتی ہیں۔ کچھ مکھیاں شہد بناتی ہیں، کچھ مکھیاں انڈوں اور بچوں پر مامور ہوتی ہیں اور کچھ مکھیاں حفاظت کے لیے ہوتی ہیں لیکن ساری مکھیاں رانی (ملکہ) کے اشارے پر چلتی ہیں۔ اگر رانی (ملکہ) مکھی اپنا چھتہ لگانے کا کوئی غلط فیصلہ (نامناسب جگہ) کرلے تو ایک بھی مکھی رانی کے ارادے سے بغاوت نہیں کرسکتی۔ یہی اتحاد مکھیوں کے لیے کامیابی کی منزل ہے جو انسانوں کے لیے بھی تحفۂ نعمت ہے اور انسانوں کے لیے مشعلِ راہ بھی ہے اور یہی کامیاب زندگی ہے جس کی تعریف قرآنِ پاک کی سورۂ نحل میں کی گئی ہے۔

سالم بہت سنجیدگی سے باپ کی یہ گفتگو سن رہا تھا۔ بیٹا اب زندگی کا دوسرا رخ دیکھتے ہیں۔ چلو ایک پتنگ خریدتے ہیں۔ دونوں باپ بیٹوں نے ایک پتنگ خریدی اور اسے اڑانے لگے۔ پتنگ کچھ ہی وقت میں آسمان چھونے لگی۔ سالم نے کہا پاپا اسے اور اونچا کیجیے لیکن پتنگ اپنی حدِ اونچائی تک لہرانے لگی۔ مزید اور اوپر نہ جاپائی۔ سالم نے کہا پاپا اب اسے اور اوپر جانے سے شاید یہ ڈور روک رہی ہے اس لیے یہ اب اور اوپر نہیں جاپائے گی۔ سالم کی یہ بات سن کر باپ نے پتنگ کی ڈور کاٹ دی۔ ڈور کٹتے ہی پتنگ تھوڑی اور اونچی گئی اور

اب باپ نے سالم کو پتنگ کے ڈور سے آزاد ہونے کا فلسفہ سمجھایا بیٹا ہمیں کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ چیزیں جن سے ہم بندھے ہوئے ہیں۔ نظم و ضبط اور ذمہ داریاں، گھر، خاندان، ماں باپ، رشتے ناطے، معاشرہ سماج وغیرہ سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ دراصل بیٹا یہی وہ دھاگے ہیں جو ہمیں اونچائی پر رکھتے ہیں۔ ان دھاگوں کے بغیر ہم ایک بار تو اونچے ہو سکتے ہیں لیکن بعد میں ہمارا وہی حشر ہوگا جو بنا دھاگے کے پتنگ کا ہوا۔

لہٰذا زندگی میں اگر تم بلندیوں پر جمے رہنا چاہتے ہو تو کبھی ان دھاگوں سے رشتہ مت توڑنا جیسے شہد کی مکھیاں اتحاد کے دھاگے کے بندھن میں ہی کامیاب زندگی کی منازل طے کرتی ہیں۔ سالم بیٹا دھاگے اور پتنگ جیسے تعلق کے کامیاب توازن سے ملی اونچائی کو ہی کامیاب زندگی کہتے ہیں۔ سالم باپ کے ان کامیاب زندگی کے فلسفوں سے اتنا متاثر ہوا کہ سالم نے ان فلسفوں کو ذہن نشین کرلیا...

■

Matinuddin
Tep.: Umri Kalan
Distt: Moradabad - 244501 (UP)
Mob.: 9690287383

ڈور سے آزاد ہوتے ہی نیچے کی طرف آنے لگی اور دور جا کر زمین پر گر گئی۔

جوابات

(10) ماں بچے

ب پ ت ٹ ث

ج چ ح

ر ڑ ز ژ

ماخذ: اردو زبان کا جادو (پارٹ 1)، ادارہ، **سنہ اشاعت:** تیسری طباعت 2009، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

محمد منیر رحمانی

کردار نہ ہو داغدار

کلاس ٹیچر جیسے ہی داخل ہوئیں تو انھوں نے بچوں سے کچھ کہنا چاہا لیکن بچوں نے ٹیچر کی آمد پر ان کا استقبال کیا۔

''بچو! بڑی خوشی ہو رہی ہے مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے کہ ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی نقیب نے پوری کلاس میں اول مقام حاصل کیا ہے۔'' اس اعلان کے ساتھ ہی کلاس ٹیچر نے جو میٹری باکس اسے انعام کے طور پر دیا کیونکہ ریاضی میں نقیب نے صد فیصد نشان حاصل کیے تھے۔ ویسے بھی پہلا پیریڈ انھیں کا تھا۔ کلاس کی آخری صف میں سرگوشیاں شروع ہوئیں۔

''ارے واہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے بھلا ہم نے بھی اچھی طرح محنت کی ہے۔'' اقبال اپنے دوستوں کو مخاطب کرنے کے انداز میں بول پڑا... اور رامش تم نے تو دعویٰ کیا تھا کہ اس بار بازی مار لوگے لیکن نتیجہ برخلاف برآمد ہوا ہے۔'' اقبال کے لہجہ میں تجسس تھا۔

''ہاں! ہاں...! مجھے اچھی طرح یاد ہے میرا دعویٰ، لیکن تم دیکھنا میں اسے ایک بار ساری کلاس میں شرمندہ کر کے رہوں گا۔'' رامش نے یہ کہہ کر انھیں خاموش کر دیا۔

دوپہر میں تیز بارش کے سبب اسکول کو جلدی چھٹی دے دی گئی۔

اگلی صبح اسکول کے بچے اپنے آپ کو سڑک پر ٹھہرے گندے پانی اور کیچڑ سے پاک رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے اسکول کے گیٹ میں داخل ہو رہے تھے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر یونیفارم گندا ہوگیا تو انھیں کلاس کے باہر کر دیا جائے گا لہٰذا وہ اس ڈر سے خود کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ویسے بھی اسکول کے گیٹ کے قریب بارش کا پانی ہمیشہ جمع رہتا تھا۔

آج رامش کب سے اسکول کے گیٹ کے قریب ٹھہرا

نقیب کا منتظر تھا۔ ''ارے کب وہ آئے گا اور کب میں اپنا کام انجام دوں گا۔'' وہ اپنے آپ میں بڑبڑا رہا تھا۔ ''ارے آیا... آیا... نقیب'' اس نے نقیب کو آتے دیکھ کر خود سے کہا... جیسے ہی نقیب اسکول کے گیٹ کے قریب آیا، رامیش نے فوراً پتھر اٹھایا اور سڑک پر پھیلے گندے کیچڑ میں دے مارا... جیسے ہی پتھر نے اپنا کام کیا نقیب کے کپڑے کیچڑ کے چھینٹوں سے گندے ہو چکے تھے اور اس کا سفید شرٹ بری طرح دھبے دار ہو گیا تھا۔ نقیب کے ساتھ اور بھی بچے تھے لیکن وہ اس غیر متوقع حملے سے خود کو محفوظ کر لینے میں کامیاب ہوئے۔ جب کہ نقیب کو اس حالت میں دیکھ کر اسکول کے بچوں نے قہقہے بلند کیے۔ نقیب کے پاس وقت بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس گندگی سے چھٹکارہ دلا سکے۔ نتیجتاً آج اسے کلاس کے باہر کر دیا گیا کیونکہ یہ اسکول کا قانون تھا۔ نقیب کو کلاس کے باہر کرنے پر اس کی ہم جماعتوں کے سامنے رامش نے کہا ''دیکھا میں نے کہا تھا کہ اسے کلاس میں شرمندہ کروں گا۔'' ''ہاں... ہاں... یاد ہے یار تم بڑے ضدی نکلے ہو...'' اقبال نے لقمہ دیا... نقیب کیا تمھیں نہیں معلوم کہ یونیفارم گندا رہنے پر کلاس سے باہر کر دیا جاتا ہے اور یہ بتاؤ کہ یہ ہوا کیسے؟ نقیب بڑی ہی سخت نگاہوں سے رامش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ رامش کو نقیب کی آنکھوں میں خود کے لیے غصہ نظر آ رہا تھا۔ پھر اچانک نقیب گویا ہوا۔ ٹیچر وہ یوں ہوا کہ سڑک پر ایک اسکوٹر تیز رفتاری سے اس کے بازو سے گزر گیا اور اس طرح سڑک پر بارش کے پانی کی کیچڑ میرے اوپر آ گری ہے۔ حالانکہ نقیب جھوٹ بول رہا تھا۔ اس کے ہم جماعت اس کی تائید میں منتظر بیٹھے تھے کہ ثبوت کے طور پر رامش کے خلاف گواہی دیں لیکن نقیب نے رامش کا نام تک نہیں لیا۔ حقیقت میں اس واقعے سے نقیب نے سبق لیا کہ اس موسم برسات کے لحاظ سے وہ روزانہ رین کورٹ پہن کر اسکول آنے لگا اور اس نے ابو سے نئے یونیفارم کی فرمائش بھی کر ڈالی...!

شب و روز یوں ہی گزرتے رہے۔ ویسے بھی یہ برسات کا موسم تھا اور آج تو رات بھر خوب بارش ہوئی تھی۔ رامش اور اس کے دوست اپنے آپ کو پانی اور کیچڑ سے محفوظ رکھنے کی

کوشش کرتے ہوئے اسکول کی طرف بڑھ رہے تھے۔اسی دوران رامش کا پیر پھسل گیا اور وہ دھڑام سے کیچڑ میں گر پڑا۔ یہ دیکھ کر اس کے دوست فوراً دور ہو گئے کیونکہ رامش کی مدد کے لیے اگر وہ ہاتھ بڑھائے تو اندیشہ ہے کہ ان کا بھی لباس گندا ہو جائے گا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ ان کا لباس داغ دار ہو جاتا تو انھیں بھی رامش کے ساتھ کلاس سے باہر کر دیا جاتا۔ رامش نے انھیں آواز دی لیکن وہ سنی ان سنی کر کے اسے اسی کیچڑ میں پڑا چھوڑ کر چل دیے۔

''رامش اپنا ہاتھ دو...!'' رامش کی پشت سے آواز آئی۔ رامش نے گردن موڑ کر دیکھا تو نقیب کھڑا ہاتھ آگے بڑھا رہا تھا ''سوچو مت مجھے ہاتھ دو'' رامش نے کچھ نہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ نقیب کی طرف بڑھا دیا... ''ارے تم تو پورے کیچڑ میں ڈوب گئے ہو اور تمھارا یونیفارم بھی خراب ہو چکا ہے۔'' رامش خود سے زیادہ نقیب کو دیکھ رہا تھا ''چلو رامش میرا گھر یہاں سے بالکل قریب ہے وہاں چل کر تم اپنے آپ کو ٹھیک کر لو، اور پھر واپس اسکول آ جانا، کلاس شروع ہونے میں ابھی وقت ہے'' رامش نہ چاہتے ہوئے بھی نقیب کے گھر چل دیا۔ گھر پہنچنے کے بعد نقیب نے اپنی نئی یونیفارم الماری سے نکال کر رامش کی طرف بڑھائی ''یہ لو رامش یہ میری نئی یونیفارم ہے کل ہی درزی کے ہاں سے آئی ہے...'' نقیب کے اصرار پر رامش نے ڈریس زیب تن تو کر لی لیکن وہ اندر سے بے حد شرمندہ تھا۔ جب وہ کلاس میں داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر سب حیران تھے کہ برے وقت میں یہ تبدیلی معنی خیز تھی ان کے لیے جو رامش کو چھوڑ آئے تھے۔ کہیں ان کے لیے یہ خواب تو نہیں، اقبال اس وقت حیرت میں تھا...

دوسرے دن اتوار تھا۔ رامش نقیب کے گھر پہنچا۔ اس کی یونیفارم لوٹاتے ہوئے رامش اس قدر شرمندہ تھا کہ اس کو شکریہ کے الفاظ بھی نہیں مل رہے تھے۔ رامش کی آنکھوں میں شکر کے آنسو لرزنے لگے۔ رامش کو گلے لگاتے ہوئے نقیب نے کہا ''ویسے بھی میں نے تمھیں کب کا معاف کر دیا ہے۔'' لیکن رامش ایک بات ہمیشہ یاد رکھو دوسروں پر کیچڑ اچھالنا بہت آسان ہے لیکن جب تم خود کیچڑ میں گر گئے تو تمھاری مدد کے لیے کوئی نہیں آیا، جس طرح کیچڑ سے لباس داغدار ہوتا ہے، اسی طرح کسی پر کیچڑ اچھالنے سے انسان کا کردار بھی داغدار ہو جاتا ہے۔ جو لاکھ صاف کرنے پر بھی صاف نہیں ہوتا ہے جبکہ لباس پر لگے داغ تو اچھے سے اچھے کیمیکل کے استعمال سے صاف ہو جاتے ہیں، رامش اپنے آپ کو اس قابل بناؤ کہ کوئی تمھیں مصیبت میں نہ چھوڑے، ہو سکتا ہے کہ جب تم نے مجھ پر کیچڑ اچھالی تھی تو تم دوستوں کے ساتھ خوش تھے اور آج وہ یہی سوچ کر تمھارا ساتھ چھوڑ دیں کہ کہیں کل ان کے ساتھ بھی تم ایسا نہ کرو، اس کا کیا بھروسہ ہے۔'' جس طرح ہم اپنے لباس کو پاک و صاف رکھتے ہیں، اسی طرح ہمیں چاہیے کہ اپنے کردار کو بھی صاف رکھیں۔

رامش کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں ''نقیب آج تم نے مجھے ''کیچڑ سے کردار کا'' جو سبق دیا ہے وہ مجھے زندگی بھر یاد رہے گا، اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ انشاءاللہ اپنے کردار پر کبھی داغ نہیں لگنے دوں گا...

■

Mohammed Muneer Rahmani
H.No: 23-2-4-16/1, Moghalpura
Hyderabad - 500002 (Telangana)

کہانی

ریحان کوثر

آج اسکول کا پہلا دن تھا۔ ہماری نہم جماعت کے ریاضی کے نئے استاد کا بھی آج پہلا ہی دن تھا۔ ریاضی کے پچھلے استاد چھٹیوں کے دوران کچھ دن قبل ہی ریٹائرڈ ہوئے۔ انہی کی جگہ ریاضی کے ہمارے نئے استاد آئے تھے۔

میں ہی نہیں جماعت کے تمام طلبہ بے صبری سے ان کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ٹائم ٹیبل کے مطابق، لنچ کے فوراً بعد ہی ان کا پیریڈ تھا۔ ویسے اسمبلی میں پریئر کے دوران ہم لوگوں نے انھیں دیکھ لیا تھا۔ دعا کے بعد صدر معلم نے ان کا مختصر تعارف بھی پیش کیا تھا۔ دیکھنے میں تو وہ بڑے ہی سیدھے سادے نظر آرہے تھے، لیکن اکثر اس طرح نظر آنے والے ٹیچرس بڑے ہی سخت اور اصولوں والے ہوتے ہیں۔

لنچ بریک کے اختتام کی گھنٹی بجی ہی تھی کہ دروازے سے ندیم سر چہرے پر مسکراہٹ لیے کلاس روم میں داخل ہوئے۔ سب تعظیم کے بعد اپنی اپنی جگہ پر دل تھام کے بیٹھ گئے۔ اتنا تو سب کو یقین تھا کہ ندیم سر چاہے جیسے بھی ہوں گے لیکن کم سے کم آج پڑھائی نہیں ہوگی۔ ایک تو اسکول کا پہلا دن دوسرا ندیم سر کا پہلا پیریڈ، اکثر پہلے پیریڈ میں تعارف کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوتی۔

ندیم سر کلاس میں داخل ہوتے ہی سیدھے بلیک بورڈ کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ سامنے رکھی میز پر سے چاک اٹھایا اور بلیک بورڈ پر اپنا نام 'سید ندیم' لکھا اور کلاس کے تمام طلبہ سے مخاطب ہوئے اور کہا: ''اسٹوڈنٹس میرا نام ہے سید ندیم۔ میں آپ لوگوں کا نیا ریاضی ٹیچر ہوں۔''

اتنا کہہ کر انھوں نے اپنے بیگ سے کاغذوں کا ایک بنڈل نکالا اور اسے کھولتے ہوئے دوبارہ مخاطب ہوئے: ''بچو آج آپ کا پہلا سرپرائز ٹیسٹ ہے۔''

ندیم سر کا اتنا کہنا تھا کہ سارے طلبہ ہنس پڑے۔ مجھے اور میرے تمام دوستوں کو لگا کہ ندیم سر کوئی مذاق کر رہے

ہیں۔ ندیم سر کو ہمارا اس طرح ہنسنا ناگوار گزرا۔ انھوں نے زور سے میز پر اسٹیل رول کو پٹکا اور چیخ پڑے: "بیوقوفی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے.....! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہوگئی؟"

اتنا سننا تھا کہ ساری کلاس کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ راشد، جو ہماری کلاس کا مونیٹر تھا وہ بڑی ہمت کے ساتھ کھڑا ہوا اور بولا: "لیکن سر آج پہلا دن ہے اور آج ہی امتحان کیسے؟"

"کہاں لکھا ہے کہ اسکول کے پہلے دن امتحان نہیں لیا جاسکتا؟ خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ...!"

اس کے بعد پیپرس کو ہوا میں لہراتے ہوئے ندیم سر نے کہا: "دیکھو، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ صرف ایک منٹ کا پرچہ ہے جس میں دس سوالات ہیں ان سوالوں کے جواب آپ لوگوں کو لکھنا ہے۔ سوالات بہت ہی آسان ہیں۔ آپ پر لوگوں کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو اس پرچہ کو مکمل طور حل کرے گا اسے انعام کے طور پر ایک خوبصورت انک پین دی جائے گی۔" اتنا کہہ کر انھوں نے سامنے والی قطار سے پرچہ تقسیم کرنا شروع کیا۔

اس دوران کلاس میں بے چینی اور افراتفری کا عالم تھا۔ جب پرچہ میرے ہاتھ لگا تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ پہلا سوال تھا "آپ کا نام کیا ہے؟" دوسرا سوال تھا "آپ کے والد کا کیا نام ہے؟" تیسرا سوال تھا "آپ کی والدہ کا نام کیا ہے؟" چوتھا سوال تھا "آپ کے دائیں جانب جو لڑکا بیٹھا ہے اس کا نام لکھیں؟" پانچواں سوال تو بڑا عجیب سا تھا کہ "کلاس میں موجود کرسیوں کے کل پیروں کی تعداد لکھیں۔" اسی طرح کل دس سوالات تھے۔ باقی سوالات مجھ سے پڑھے نہ گئے۔ بڑی مشکل سے تین سوالوں کے جواب لکھے تھے کہ ندیم سر نے پرچہ واپس لے لیا۔ آخری لائن میں پرچے تقسیم کرنے کے بعد فوراً پہلی لائن سے پرچہ لینا شروع کردیا۔ آخر ایک منٹ کا وقت ہوتا ہی کتنا ہے؟ کسی نے دو کسی نے تین اور بہت کم لوگوں نے چار سوالوں کے جواب بڑی مشکل سے لکھے ہوں گے۔

پرچہ واپس لینے کے بعد ندیم سر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے اور انھوں نے سرسری نگاہ تمام پرچوں پر ڈالیں۔ اس دوران ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کانا پھوسی کر کے یہ جاننے کی کوشش کرتے رہے کہ کس نے کتنے سوالوں کے جواب لکھے۔ مجھے تو پورا یقین تھا کہ کسی نے بھی شاید ہی سارے سوالات حل کیے ہوں۔

کچھ دیر بعد ندیم سر مسکراتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھے اور بلند آواز میں پوچھا: "وہ کون کون ہیں جنھوں نے دس کے دس سوالات کے جوابات لکھے ہیں؟ کھڑے ہو جائیں۔" کوئی کھڑا نہ ہوا۔ پھر نو، پھر آٹھ، پھر سات، اس طرح پوچھتے رہے۔ کوئی کھڑا نہ ہوا۔ پھر پوچھا: "اچھا کم سے کم وہ لوگ تو کھڑے ہو جائیں جنھوں نے پانچ سوالوں کے جواب لکھے۔"

اس مرتبہ میری نظریں کلاس روم میں چاروں طرف بڑی تیزی سے گشت کر رہی تھیں کہ اچانک راشد کھڑا ہوا۔ ندیم سر مسکراتے ہوئے راشد کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "اچھا تو جناب آپ نے پانچ سوالوں کے جواب لکھے ہیں...! بھئی واہ...! اچھا چلو اب کہو میں گدھا ہوں...!"

ندیم سر کی اس عجیب وغریب فرمائش سن کر راشد چکرا گیا اور سر جھکائے کھڑا رہا، ٹس سے مس نہ ہوا۔ اب ندیم سر نے سخت لہجے میں کہا تو راشد نے دہرایا کہ "میں بیوقوف ہوں...!!"

اب ندیم سر کلاس سے مخاطب ہوئے اور کہا: "آپ سب بھی کہیں، ہم سب بیوقوف ہیں۔"

بلاتاخیر سب چلا اٹھے: "ہم سب بیوقوف ہیں۔"

"آپ لوگوں میں سے کسی نے بھی پرچے کو مکمل طور پر حل نہیں کیا۔ میں دوبارہ آپ تمام کو پرچہ تقسیم کر رہا ہوں۔" اتنا کہہ کر انھوں نے سب کو پرچہ تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ میری کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ سر آخر چاہتے کیا ہیں۔ پہلے تو اتنے قلیل وقت کا پرچہ، اس پر یہ ڈانٹ ڈپٹ، اور وہ بھی اسکول کے پہلے ہی دن...!! اور تو اور وہ دوبارہ یہ پرچہ کیوں تقسیم کر رہے ہیں، یہ بھی میری سمجھ سے پرے ہی تھا۔

خیر اب سب کے ہاتھوں میں پرچے تھے۔ ندیم سر نے کہا اب ذرا پرچے پر غور کریں۔ اور سب سے اوپر درج نوٹ پڑھیں۔ میں نے نوٹ پڑھا اور حیران رہ گیا کہ کاش یہ نوٹ میں نے پہلے ہی پڑھ لیا ہوتا۔ میں نے ہی نہیں ہم سب نے زیادہ سے زیادہ سوال حل کرنے کے چکر میں اس نوٹ کو پڑھنا مناسب ہی نہیں سمجھا۔ اب مجھے سچ مچ اپنے گدھے ہونے پر یقین آگیا۔ نوٹ کچھ یوں تھا "صرف پہلے سوال کا جواب لکھیں۔"

■

Rehan Kausar
Dr. Sheikh Bunkar Colony,
Kamptee 441001
Dist: Nagpur (Maharashtra)
Mob: 09326669893

انصار احمد معروفی

گاجروں کے رنگ

میں گیا ابو کے ساتھ اک روز جب بازار میں
سبزی منڈی میں گیا تھا بیٹھ کر تب کار میں
بھیڑ اتنی تھی کہ منڈی میں نہ گاڑی جاسکی
اس لیے خالی جگہ پر ہم نے گاڑی روک دی
سبزی منڈی میں بڑی رونق تھی اور گھمسان بھی
آدمی کے ساتھ ساتھ، اس میں کئی حیوان بھی
اونچی اونچی تھی دوکانیں، لیکن اونچے نیچے لوگ
اس میں پاکٹ مار بھی تھے، جب کہ تھے کچھ اچھے لوگ
کون سی ایسی تھی سبزی ، جو وہاں بکتی نہ تھی
مہنگی مہنگی، سستی سستی، کون سی ملتی نہ تھی
ایسا لگتا تھا کہ پورا کھیت آیا ہے اُمڈ
آدمی بھی ہر طرح کے اس میں، عالم اور اُجڈ
کھیت کا مکھن یہاں پر صاف ہوکر آگیا
قدر دانوں کے دلوں پر ابر بن کر چھا گیا
مجھ کو ابو لے گئے گاجر جدھر کو بکتی تھی
اس طرف فضلِ خدا سے بھیڑ بھی کچھ کم ہی تھی

مجھ کو اکثر لال گاجر ہی نظر آتی رہی
لیکن اک جانب مجھے پیلی بھی گاجر مل گئی
سب تر و تازہ وہ گاجر اور بے حد خوشنما
دل کھنچا جائے ادھر لینے کی خاطر بارہا
جب ذرا آگے بڑھا تو دیکھا کالی گاجریں
لمبی لمبی گاجریں اور موٹی موٹی گاجریں
میں نے ابو سے کہا گاجر بھی کالی ہوتی ہے؟
بولے وہ کالی بھی ہوتی اور اجلی ہوتی ہے
بعض تو نارنجی ہلکے رنگ کی گاجر ہوئی
پھر بھی ساری گاجروں میں ہے وٹامن خوب ہی
ہم نے اچھے رنگ کی گاجر لی اور پھر چل پڑے
بھائی بہنوں کے لیے گاجر کے حلوے بھی لیے

■

Ansar Ahmad
Baluwa Kurthi
Jafarpur - 275305
Mau (UP)

صدف جہاں

عزم جواں

پھولو تم ہر شاخ پہ پھولو — چندا اور آکاش کو چھولو
پہلے اپنی وانی تولو — پھر لہجے میں امرت گھولو
مل جائے گی منزل تم کو — عزم مصمم کا پر کھولو
اوج پہ اک دن تم پہنچو گے — دیکھو کسی کا عیب نہ کھولو
سولی سے بے خوف رہو تم — سچ ہے کڑوا پھر بھی بولو
خوش اخلاقی تم اپناؤ — شہد کا پیالہ لب سے چھولو
گھور اندھیرا دور کرو تم — رنگ ضیا کا ہر سو گھولو
لفظوں کے آنگن میں تم بھی — شعر و سخن کا جھولا جھولو
صبح ہو روشن جس سے اپنی — شام کا ایسا منظر مولو

صاف صدف ہے دل کا پتّا
نام خدا کا لے کر کھولو

■

Sadaf Jahan
I-99, Rameshwarpur Road
Matiabruj
Kolkata - 700024 (West Bengal)

دسویں قسط

اردو زبان کا جادو

پیارے دوستو! 'بچوں کی دنیا' آپ سب کا اپنا رسالہ ہے۔ ہماری کوشش رہتی ہے کہ رسالے میں زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد تحریریں شائع کی جائیں۔ اِس رسالے کی اشاعت کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زبان 'اردو' کو فروغ دیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس زبان کو سیکھیں۔ کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے اگر اس میں کھیل اور مزے کو شامل کر لیا جائے تو سیکھنے میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ ہم نے اردو زبان کے لسانی کھیلوں پر مشتمل ایک سلسلہ شروع کیا ہے جو قومی اردو کونسل سے شائع کتاب 'اردو زبان کا جادو' سے لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ سب اس سلسلے کو پسند کریں گے۔ (ادارہ)

اِس ذہنی آزمائش کے جوابات اِسی شمارے میں آپ کو مل جائیں گے۔

(10) ماں بچے

مقصد : ہم شکل حروف کی پہچان

ہدایت : دائرے میں دیے ہوئے الفاظ پر غور کیجیے، اور جدول میں دیے گئے حروف کے آگے مثال کے مطابق ان الفاظ سے لے کر ہم شکل حروف لکھیے۔

کھلاڑی: 1 وقت: 3 منٹ نمبر: ہر حرف کے لیے 1

مثال

د	ڈ ذ
ب	
ج	

چمک گھڑی
ثمر جانور ظرف ژالہ
کتاب ماد تمیز نام
ماہ ژرف جبیں زراف
ذرہ یتیم ٹاٹ صندوق عینک
رائی بلی بلا حور ڈالی
پتنگ

چوتھی قسط

انسانیت

مصنف: انیس اعظمی

مصور: فجرالدین

فادر : آپ لوگ پلیز اَمارے ساتھ تھوڑا مدد کیجیے، اِدر شور مت کیجیے، شور کرنے سے دُرگی کیسا اچھا ہوگا۔

(میز کے پاس کھڑی نرس دُرگی کے خون کا معائنہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سے کہتی ہے)۔

نرس 1 : Doctor, She is O negative

فوجی ڈاکٹر : Oh my God ....it is very rare group.

فادر : (لوگوں سے) کیا آپ لوگوں میں سے کسی کا خون کا گروپ او۔نگیٹو ہے؟ (ڈاکٹر سے) اَمارا اور اَمارے اسٹاف کا تو یہ گروپ نئیں ہے۔

(گاؤں والے حیران ہوکر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔)

فادر : آپ لوگ اَمارا بات دھیان سے سنو..........دُرگی کا کافی کھون بہہ گیا ہے، اِس کو بچانے کا واسطے ڈاکٹر ساب کو او۔نگیٹو خون ابھی مانگتا، سمجھ گیا آپ لوگ۔

(ڈاکٹر، فادر سے کچھ مشورہ کرتا ہے اور فادر پھر لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے)

فادر : اِس بچّی کو، بچانے کا واسطے، ڈاکٹر ساب آپ سب کے خون کا اَبی جانچ کرے گا۔ آپ سب لوگ جلدی سے لائن میں آکر بیٹھ جاؤ۔ ڈرنے کا بات نئیں بس ایک ایک بوند خون لے گا۔

(نَنز لائن بنوانے میں مدد کرتی ہیں۔ کچھ لوگوں کے چہروں پر خوف دِکھائی دے رہا ہے۔ نرس اور نَنز اُنھیں سمجھاتی ہیں اور لائن میں بیٹھاتی ہیں۔ دُور بیٹھے آشیش کو بھی آواز دے کر لائن میں بیٹھا دیا جاتا ہے۔ نرس اسے دیکھ کر اشارے سے بلاتی ہے اور کہتی ہے۔)

نرس 1 : You, the young man come here.

قبائلی 1 : یہ بھی انگریجی بولتی ہے۔ عورت ہوکر انگریجی بولتی ہے۔

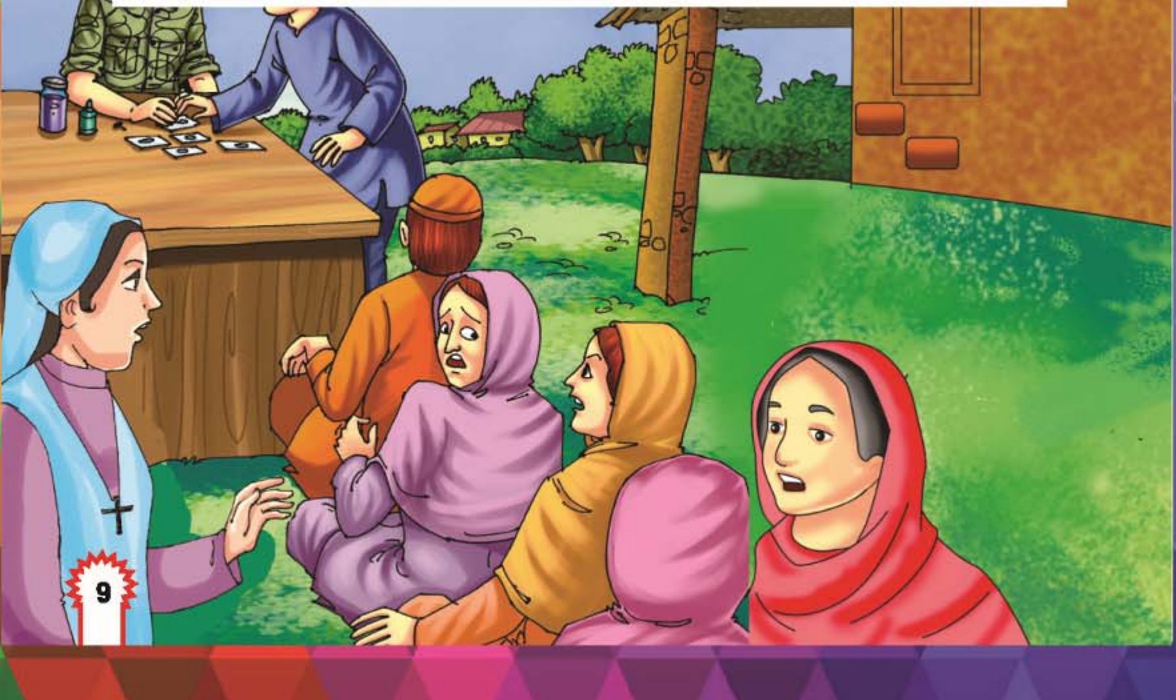

(آشیش میز کے پاس آتا ہے نرس اُس کی انگلی کو اِسپرٹ سے صاف کر کے وِن مار کر ایک بوند خون سلائیڈ پہ لگاتی ہے۔ دونوں نرسز روئی میں اسپرٹ لگا کر لوگوں کی انگلیاں صاف کرتے ہوئے میڈیکل ٹیم کی مدد کرتی ہیں۔تبھی ایک نرس اونچی آواز میں ڈاکٹر سے کہتی ہے۔)

نرس2 : ڈاکٹر..........We got O negative

فوجی ڈاکٹر : Thats good, who is the donor?

نرس2 : It is sixteen years old boy Ashish

فوجی ڈاکٹر : (اونچی آواز میں) Who is Ashish?

قبائلی2 : دیکھا، پھر انگریجی بولا، سب لوگ انگریجی بولتا۔

نرس2 : Who is Ashish

(مارگریٹ بھیڑ کے پیچھے کھڑے آشیش کو دیکھ کر کہتی ہے۔)

مارگریٹ : ارے آشیش تم کو ہی بلایا جاتا۔چلو چلو جلدی اپنا خون دو،تم کو پتہ ہے تمھارا کھون سے دُرگی کو بچایا جاسکتا ....تم تو ایک دم بہادر مافِک بچّہ ہے..........ایک دم ڈرنا نہیں۔آشیش تمھارا دوست دُرگی کی باڈی کو تمھارا کھون چڑھا کر ڈاکٹر صاحب ٹھیک کر سکتا..........مطلب تمھارا کھون دینے سے دُرگی ٹھیک ہو جائے گا اور تم کو کچھ نہیں ہوگا..........تم کو گاڈ اِس نوبل کام کا واسطے چُنا ہے..........تم برابر اَماری بات سمجھ گیا نا؟

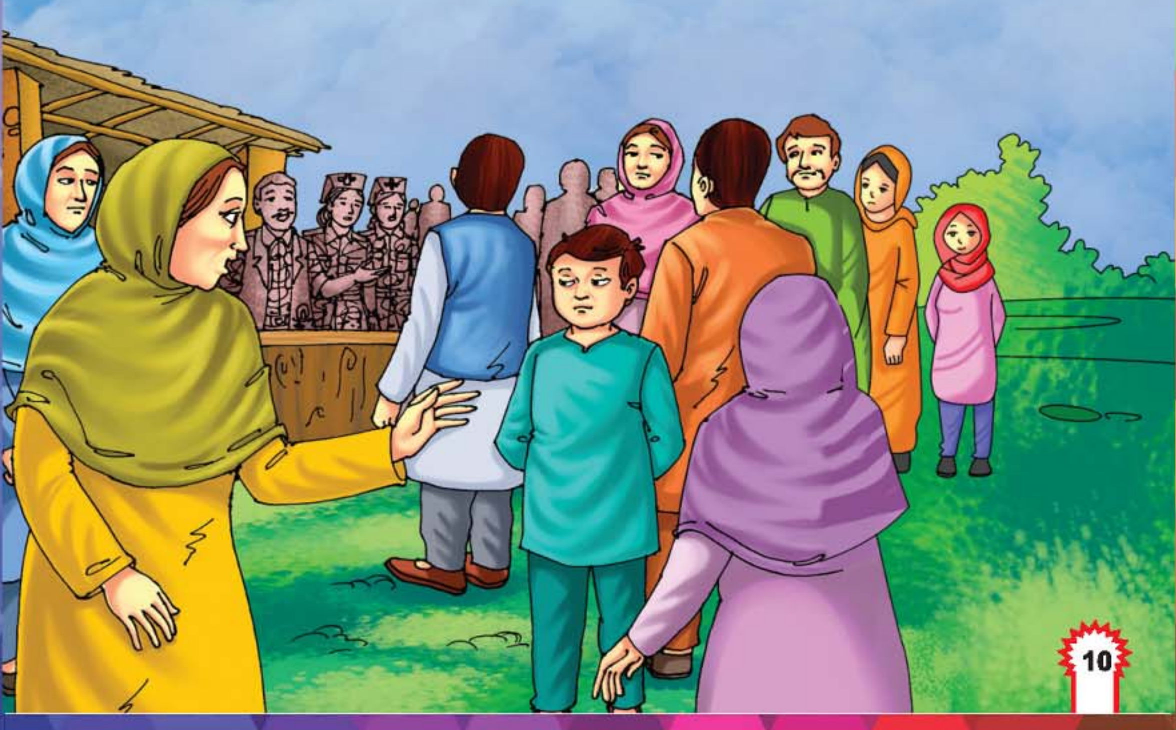

10

(آشیش نا سمجھوں کی طرح آنکھیں جھپکتا رہتا ہے۔نرس 1 اس کا ہاتھ تھام کر میز کے پاس بچھی چار پائی پر لٹاتی ہے۔ دوسری نرس اُس کی آستین اُوپر کر کے اسپرٹ سے اُس کے بازو کی صفائی کرتی ہے اور لمبے سے پائپ کے سرے پر لگی ہوئی اس کے بازو میں چبھا دیتی ہے اور خون تیزی سے نکلتا ہوا پائپ کے سرے میں لگی تھیلی میں جانے لگتا ہے۔آشیش کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلتی ہے۔وہ کافی سہا ہوا ہے۔)

نرس1 : Thank you, young man

نرس2 : Don't worry، تم کو Pain نہیں ہوگا۔

نرس1 : Durgi is your friend?

نرس2 : Come on Ashish اُم سے بات کرو

نرس1 : بس پانچ منٹ کا بات ہے، Just relax

(آشیش کی آنکھوں سے لگتا ہے کہ وہ نرسوں کی کوئی بات نہیں سمجھ پایا۔وہ کبھی گھبرا کر کبھی شرما کر نرسوں کو دیکھتا ہے۔دور کھڑی بھیڑ تماشا دیکھتی ہے۔آشیش گردن موڑ کر پائپ سے ہو کر تھیلی میں جاتے ہوئے اپنے خون کو دیکھتا ہے اور گھبرا جاتا ہے۔ وہ پھر پائپ کو دیکھتا ہے اور گھبراہٹ میں اُس کے ہونٹ کانپنے لگتے ہیں، آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگتے ہیں۔نرس اپنے کاموں میں مصروف ہیں؛ قبائلیوں میں کُھسر پُھسر جاری ہے۔)

قبائلی1 : اب اِس کا کھون درگی کو چڑھے گا۔

قبائلی2 : تبھی تو دُرگی ٹھیک ہوگی۔

قبائلی1 : کہیں ایسا نا ہو وہ ٹھیک ہو جائے اور یہ مر جائے۔

قبائلی2 : اِس بات کا مطلب؟

قبائلی1 : اب اِس فوجی ڈاکڈر کو کون سمجھائے، بات بے بات انگریجی بول دیتا ہے۔

قبائلی1 : ہاں ہاں ہم سے بھی تو انگریجی میں گٹر پٹر بات کیا۔

(قبائلیوں پر سے روشنی ہلکی ہو کر آشیش پر تیز ہوتی ہے جو اِس وقت خوف سے کانپ رہا ہے۔ وہ سِسک رہا ہے۔ نرس لپک کر اُس کے پاس جاتی ہے۔)

نرس1 : Ashish..... my boy, What is the problem?

مارگریٹ : آشیش تم کو کوئی Pain ہوتا، تم کو کوئی پانی مانگتا؟

(آشیش زور سے سسکنے لگتا ہے پھر اپنے آزاد ہاتھ سے وہ اپنے منھ کو زور سے دبا کر سسکی کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ ڈاکٹر لپک کر اُس کے قریب آتا ہے اور نرس سے پوچھتا ہے)

فوجی ڈاکٹر : What is the problem, why he is crying?

نرس1 : I asked him, but he is not replying.

فوجی ڈاکٹر : Can some one tell me where is the problem?

نرس1 : There must be something else....

فوجی ڈاکٹر : And what is that?

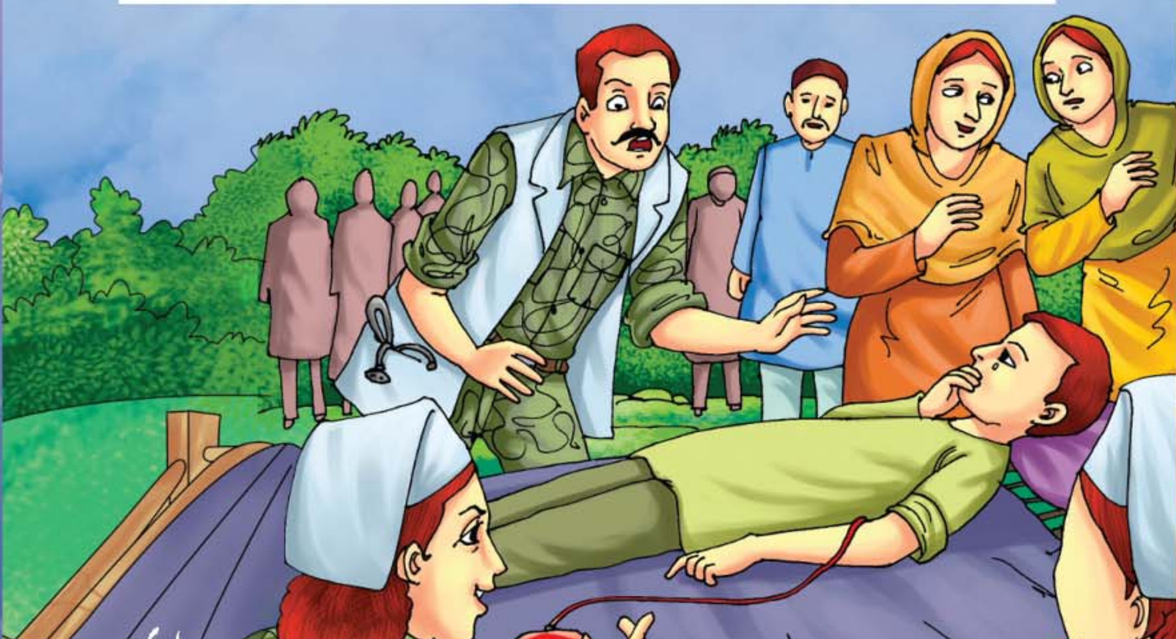

جاری ....

چوتھی قسط

اَدِتّیہ

سمندری لڑکا

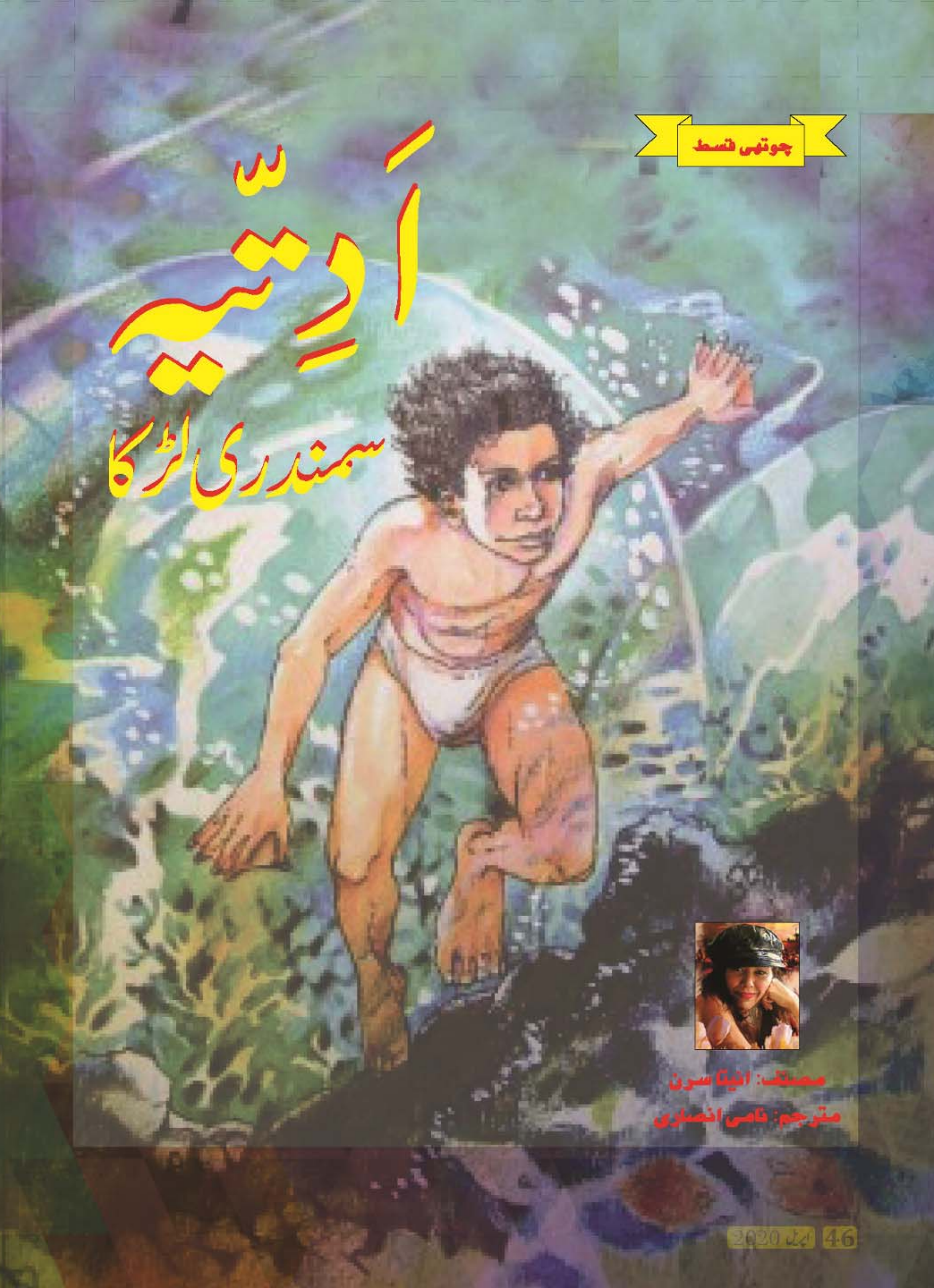

مصنف: انیتا سرن

مترجم: نامی انصاری

پروفیسر سین سمندر اور سمندری مخلوقات پر ریسرچ کررہے ہیں۔ انھوں نے اپنے جین سے ایک سمندری انسان تیار کیا تھا جو آدھا انسان اور آدھا ڈولفن ہے۔ جو انسانوں کی طرح بات کرتا ہے۔ ڈولفن کی باتیں سن سکتا ہے۔ انہیں جواب دے سکتا ہے، اس انوکھی مخلوق کا نام ادتیہ ہے۔ پروفیسر سین نے سمندر کی گہرائی میں دفن راز اور ڈولفن سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے اسے بنایا ہے۔پندرہ ڈولفن مچھلیوں نے طویل سفر شروع کیا۔ ادتیہ ان مچھلیو ں کی 'لیڈر کی' کی پیٹھ پر بیٹھ کر سمندری سفر پر روانہ ہوگیا۔ شکاری موٹربوٹ سے بچتے ہوئے یہ سبھی لوگ آسٹریلیا پہنچ جاتے ہیں۔ ایک دن انہیں ڈاکوؤں کا ایک جہاز سمندر کی تہہ میں نظر آتا ہے۔ اس جہاز کے کیپٹن کی لاش کے ہاتھ میں ایک لاکٹ تھا جسے ادتیہ نے دیکھا۔ اس لاکٹ کے اندر سے ایک کاغذ نکلتا ہے جس میں اس شخص کا اپنی بیوی کے لیے پیغام ہوتا ہے۔ ادتیہ اُسے پڑھتا ہے اور لاکٹ کو وہیں چھوڑ دیتا ہے۔ بہت سی ڈولفن مچھلیاں ادتیہ کے گرد جمع ہوجاتی ہیں۔ کی نامی ڈولفن مچھلی ادتیہ کے پاس آتی ہے اور سمندر کے بارے میں بہت سی باتیں بتاتی ہے۔ ادتیہ اور کی کے درمیان مکالمہ نہ صرف دلچسپ ہوتا ہے بلکہ معلوماتی بھی ہوتا ہے جس سے سمندر، زمین اور ان سے متعلق بہت سے اسرار سامنے آتے ہیں۔ اب آگے

ان کی قربانی

ادتیہ، کی کے قصے میں اتنا ڈوب گیا تھا کہ اس نے ان دو سفید فاموں کی آواز بھی نہیں سنی جو اپنی کشتی میں ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ البتہ کی نے موٹر بوٹ کی آواز سن لی۔ دوسری ڈولفنوں نے جو ہوا میں اچھل کود کر رہی تھیں، یہ آواز سن لی تھی۔ انھوں نے فوراً ہی ادتیہ کو چاروں طرف سے گھیر کر اپنے حلقے میں لے لیا تاکہ وہ ان آدمیوں کو نظر نہ آسکے۔ ''جلدی کرو۔ غوطہ مار جاؤ۔'' کی نے چیخ کر کہا۔ قریب پندرہ منٹ تک ڈولفنوں نے ادتیہ کو اپنے حلقے میں چھپائے رکھا لیکن موٹر بوٹ آگے کی طرف نہیں گئی۔

''اپنی آنکھیں کھلی رکھو جیکسن''، کسی نے چیخ کر کہا ''مجھے یقین ہے کہ جس جاندار کو میں نے دیکھا ہے وہ پانی کے نیچے چھپ گیا ہے۔'' ''کیا تمھیں اس کا یقین ہے؟'' دوسرے آدمی نے کہا'' ''بالکل! وہ بالکل انسان کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی آنکھیں کچھ عجیب طرح کی ہیں اور اس کی انگلیوں پر جھلی جیسی کوئی چیز چڑھی ہے۔ اگر ہم اسے پکڑ سکیں تو یہ ایک عجوبہ ہوگا۔ پانی میں جلدی سے جال ڈال دو۔ خوش قسمتی ہمارا انتظار کر رہی ہے۔ جلدی کرو۔''

''لیکن اس کے پاس ڈولفنیں موجود ہیں۔'' اس نے کی کو دیکھ لیا تھا جو سانس لینے کے لیے اوپر اچھلی تھی۔ ''میں کہتا

ہوں جلدی کرو۔'' ادتیہ کو اپنی بڑی بڑی ناکوں کے گھیرے میں لیے ہوئے ڈولفنیں کھلے سمندر کی طرف بھاگیں لیکن ان کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ جال ان کی کے گرد پڑا جو قطار میں سب سے پیچھے تھی۔

''یہاں آؤ اور بادل دوست سے ملو۔'' کی نے ادتیہ سے کہا'' ادتیہ نے اس کا چہرہ دیکھا وہ خوب صورت تھا اور ایک ہی وقت میں نیا اور پرانا تھا۔ اس کے چہرے کے خطوط برابر بدل رہے تھے۔''میں بہت دنوں سے تم سے ملنے کا خواہش مند تھا۔ میں نے تمھارے بارے میں کلکتہ میں سنا تھا۔'' تب تو تم میرے پاپا پروفیسر سین کو بھی جانتے ہوں گے۔ وہ کیسے ہیں؟''

''وہ ٹھیک ہیں۔ لیکن انسان کے سمندر میں رہنے کا طریقہ دریافت کرنے کی وجہ سے لوگ ان پر نکتہ چینی کر رہے ہیں۔'' ''بیچارے پاپا!'' کوئی ان کی بات پر اس وقت تک یقین نہ کرے گا جب تک میں کلکتہ واپس جا کر ان کی بات کو ثابت نہ کردوں۔'' ادتیہ نے کہا'' ایک دن تم ضرور واپس لوٹو گے ادتیہ! لیکن اس وقت تمھیں سمندر کے بے شمار عجائبات کو توجہ سے دیکھتے رہنا چاہیے۔ تاکہ تم وہاں جا کر ان کے بارے میں لوگوں کو ٹھیک ٹھیک بتا سکو۔'' کی نے کہا'' لیکن اٹلانٹس تو محض ایک کہانی ہے کیا تمھیں یقین ہے کہ ہم اٹلانٹس کی طرف ہی جا رہے ہیں۔'' ''مجھے پتہ ہے کہ انسان کو اس بارے میں شبہ ہے کہ اٹلانٹس صرف کہانی ہے یا ایک حقیقت۔'' بادل دوست نے کہا'' لیکن یہ مت بھولو کہ پامپی شہر کی اصلیت کے بارے میں بھی لوگوں کو اس وقت تک یقین نہیں آیا وہ ہزاروں من مٹی اور لاوا کے نیچے سے دریافت نہیں ہو گیا۔ اٹلانٹس محض افلاطون کے دماغ کی پیداوار نہیں ہے کیونکہ اس کو خیالی افسانوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔'' ادتیہ مسکرایا'' مجھے تو تمھاری ہنسی کے بارے میں بھی یقین نہ ہوتا اگر کی مجھے پوری جانکاری نہ دیتی۔'' مجھے تو اپنے پاپا کے بارے میں بھی یقین نہ ہوتا اگر کی مجھے پوری جانکاری نہ دیتی۔'' میں تو اپنے پاپا کے بارے میں سوچ رہا ہوں، میں یہاں دنیا کے ایک عجوبے کی کھوج کر رہا ہوں اور وہاں میرے پاپا کو لوگ مذاق کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ پاپا کو نقصان پہنچائیں گے؟''

بے چاری ڈولفن (انکی) جال سے چھوٹنے کی کوشش میں اور زیادہ اس میں پھنس گئی اور آدمی نے اس کو اپنی موٹر بوٹ میں کھینچ لیا۔ ''ہمیں ڈولفن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اس کو واپس پانی میں چھوڑ دینا چاہیے۔'' جیکسن نے کہا'' اس کو چھوڑ دیں، کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ وہ جاندار انہی ڈولفنوں کے گھیرے میں ہے۔ وہ اپنی اس ڈولفن ساتھی کو بچانے کے لیے آئیں گی۔'' یہ کہتے ہوئے اس بدمعاش آدمی نے جال کو کھینچ لیا، جس کے اندر بے چاری انکی ڈری سہمی ہوئی خاموش پڑی تھی۔

''کی! ہمیں واپس لوٹ کر بے چاری انکی کو بچانے کی کوشش کرنا چاہیے۔'' ادتیہ کا دل غصے اور خوف سے پھٹنے لگا تھا۔

''یہیں ٹھہرو! جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔'' کی نے جواب دیا۔ ادتیہ نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن ڈولفنوں نے اس کا راستہ روک لیا۔''اِنکی موت سے نہیں ڈرتی ہے۔ ڈولفنیں زندگی اور موت دونوں سے باعزت طریقے سے نمٹتی ہیں۔''

کی نے کہا'' لیکن وہ کیوں مرے۔ کیا تم نہیں چاہتیں

کہ وہ زندہ رہے۔"

"اگر تم وہاں گئے ادتیہ تو یہ تمھارا آخری دن ہوگا۔ پھر اپنے پاپا سے ملنے کا تمھارا ارمان کس طرح پورا ہوگا؟" اگرچہ انھوں نے تم کو واپس لوٹنے سے منع کر دیا ہے لیکن وہ یقیناً تم سے دوبارہ ملنا چاہیں گے لیکن انکی کے پاس ایسا کوئی سپنا نہیں ہے۔ اسے اپنی موت کا کوئی غم نہ ہوگا اگر وہ اپنے ایک دوست کی جان بچا سکے۔" "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، جس طرح مجھے زندہ رہنے کا حق ہے اسی طرح انکی کو بھی ہے۔ اسے صرف موٹر بوٹ کو ایک زور کا دھکا دینا ہے جس سے وہ الٹ جائے گی۔" "لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گی۔ ڈولفنیں ہمیشہ یاد رکھتی ہیں کہ انسان بھی ان کے بھائی بند ہیں۔" کی نے جواب دیا۔

جیکسن، اِنکی کے اوپر جھک کر اس کی ریشمی کھال کو سہلانے لگا جیسے وہ اس کو تسلی دینا چاہتا ہو۔ اس نے ڈولفن کی ٹھوڑی کو ہلکے ہلکے تھپتھپایا اور آہستہ آہستہ کچھ بولتا بھی رہا جب کہ دوسرا آدمی اپنے ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

پھر انکی نے ایک انوکھی حرکت کی۔ اس نے اپنا پورا منہ کھول دیا۔ جیکسن نے اس کے اندر ہاتھ ڈال دیا اور اس کے جبڑوں کو ہلکے ہلکے سہلانے لگا۔ "ہوشیار ہو بے وقوف آدمی! وہ اپنے تیز دانتوں سے تمھارے ہاتھ میں کاٹ لے گی۔" لیکن جیکسن نے اس کی بات ان سنی کر دی۔ انکی نے اپنے منہ کو اور زیادہ کھول دیا اور سیدھے جیکسن کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ اب اس کی کپکپاہٹ بھی ختم ہو گئی تھی۔ وہ اپنا منہ اطمینان سے آگے پیچھے کرنے لگی اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے انکی کو اب کوئی ڈر نہیں ہے۔ ادتیہ نے کی کے پیچھے سے ذرا سا سر اٹھا کر یہ سب منظر دیکھا اور اس کی سمجھ میں بالکل نہ آیا کہ انکی آخر ہے کیا!

پھر انکی نے منہ سے سیٹی بجانا شروع کر دی اور ایسا لگا جیسے جیکسن کے بازوؤں میں اسے بڑا آرام مل رہا ہو۔ مجھے اس پر یقین نہیں آتا کی! انکی تو جیسے اس آدمی کا شکریہ ادا کر رہی ہے۔ اسی وقت اچانک دوسرے آدمی نے جال کو بے

دردی سے کھینچ لیا جس سے انکی کے پیٹھ کا حصہ زخمی ہوگیا۔ بوٹ پر خون پھیل گیا لیکن انکی نے کچھ بھی نہیں کیا۔ ''ٹھیک ہے۔اس کو واپس پانی میں چھوڑ دو۔ مجھے پتا ہے کہ ڈولفنیں اس جاندار کو ہمیں دوبارہ دیکھنے نہیں دیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس کو اپنے گھیرے میں چھپائے ہوئے ہیں۔''

نہیں! ڈولفنوں کے بیچ میں کوئی انوکھی مخلوق نہیں ہے۔''

جیکسن نے یہ کہتے ہوئے آہستگی سے جال کا منہ کھول دیا ''تمھیں اس مچھلی کو زخمی نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' مگر معلوم ہوتا ہے کہ ڈولفن کو اس کی پروا نہیں ہے۔'' اس کے ساتھ ہی انکی پانی میں کود گئی۔لیکن پھر اپنے آپ ہی جال کے اندر آگئی۔'' کی! ادتیہ چلایا۔انکی خود کو ہلاک کر رہی ہے۔وہ جال سے باہر نکل کر ہمارے پاس آسکتی تھی لیکن لگتا ہے کہ اس نے مرنے کی ٹھان لی ہے۔'' ''وہ جانتی ہے کہ اس کا آخری وقت آگیا ہے۔وہ دوبارہ ہوا میں سانس لینے اب نہیں آئے گی۔'' کی نے اداسی سے کہا۔ ''اور یہ سب میری وجہ سے ہوا۔'' ''نہیں! اس کے لیے تم خود کو قصوروار نہ ٹھہراؤ ادتیہ! موت بہت سی شکلوں میں آتی ہے۔ کبھی تم نے سوچا ہے کہ تم ساری دنیا کے لیے مرچکے ہو لیکن یہاں زندہ اور موجود ہو۔'' یہ سب سے کا کھیل ہے۔تم ماضی اور مستقبل میں زندہ نہیں ہو لیکن حال میں زندہ ہو۔'' کی! مجھے یہاں سے کہیں اور لے چلو۔ میں چاہتا تھا کہ ابھی اور اسی وقت میں مرگیا ہوتا۔'' ''یہ ایک بہت لمبا سفر ہے۔ پہلے سے بھی زیادہ لمبا۔'' کی نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

بادل دوست (بھاپ)

مہینوں کے سفر کے بعد جیسے ہی وہ مونگے کے جنگل میں پہنچے، کی نے ان سے کہا کہ اب ہم اپنی منزل سے بہت قریب آگئے ہیں۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے ادتیہ کی بے چینی بھی بڑھتی جاتی۔ وہ سب اٹلانٹس جا رہے تھے اور ادتیہ پہلا انسان ہوگا جو اس کی دریافت کرے گا۔ وہ خود کو کرسٹوفر کولمبس کی طرح محسوس کرنے لگا۔ اس نے سوچا کہ کاش اس کے پاپا بھی اس کے ساتھ ہوتے کیونکہ ان کو بھی اٹلانٹس کی اصلیت کا یقین تھا۔

مونگے کے لمبے لمبے درخت جن کا رنگ نارنجی اور سنہرا تھا، گوبھی کے پھول کی طرح اپنا سر نیلے آکاش کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کی شاخوں سے رنگ برنگی مچھلیاں، فردوس کے پرندوں کی طرح اڑ رہی تھیں۔ سورج کی کرنیں سمندر کی زرد، ہری روشنی سے گزر کر ان پر نچھاور ہو رہی تھیں۔''

پانی کے سانپ کا ایک بڑا آکار دیکھ کر وہ چونک گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ گرم پانی کی ایک لہر سمندر کے ٹھنڈے پانی کو کاٹتی ہوئی چلی گئی۔ ''بادل دوست'' کی نے ہانک لگائی اور اس کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگی۔ اس کے بعد جو ہوا، اس نے ادتیہ کو ڈولفنوں سے اپنی پہلی ملاقات کی یاد تازہ کردی۔ دونوں ''دماغ سے دماغ تک'' کے چینل سے بات کر رہے تھے۔''

''اب تم کہاں جا رہے ہو بادل دوست!''

کی نے پوچھا۔ اٹلانٹس کی طرف۔ میں پرنس اٹلانس کے لیے ایک خبر لے کر جا رہا ہوں۔ بہت خوب! ہم لوگ بھی اسی طرف جا رہے ہیں۔ میرے دوست ادتیہ کو اٹلانٹس سے بڑی دلچسپی ہے۔ چونکہ تم یہاں آگئے ہو۔ اس لیے اس کے بارے میں کچھ باتیں ادتیہ کو بتا سکتے ہو۔ کی نے ادتیہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ جبکہ وہ مونگے کے ایک پیڑ کو غور سے دیکھ رہا تھا

''میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا۔ مجھے جلد سے جلد وہاں پہنچنا ہے۔ میں یہاں ٹھہر جاؤں گا تو بڑا نقصان ہو جائے گا۔''

بادل دوست نے کہا ''ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے میرے دوست! کی نے نرمی سے کہا اس لیے یہ ہر ایک کو جاننا ضروری ہے کہ کب کام کیا جائیے اور کب چپ چاپ رہا جائے۔'' ''کیا تم میرے پاپا کے پاس میرا پیغام لے کر جا سکتے ہو؟'' ادتیہ نے پوچھا ''ضرور'' بادل دوست نے کہا! اُن سے کہنا کہ میں انھیں بہت پیار کرتا ہوں اور یہ بھی کہ یہاں سمندر میں میرے بہت سے دوست ہیں جیسا کہ وہ مجھ سے اکثر کہا کرتے تھے۔ ان سے یہ بھی بتا دینا کہ اٹلانٹس ایک حقیقت ہے۔

ادتیہ نے سمندر کے بہت سے عجائبات دیکھے تھے لیکن ایک نارنجی رنگ کی طشتری نے اس کو اچنبھے میں ڈال دیا۔ یہ طشتری پانی کی سطح پر ہلکی آواز پیدا کرتی ہوئی بڑی تیز رفتاری سے دوڑ کر غائب ہوگئی تھی۔ ''ارے یہ کیا چیز تھی؟'' وہ چلایا، ''کیا یہ اڑن طشتری تھی؟'' ''بے شک یہ اُڑن طشتری ہی تھی'' بادل دوست نے کہا ''لیکن!... ''تمھارے پاس بے شمار لیکن ہیں۔'' بادل دوست سنجیدگی سے بولا۔ بادل دوست اور کی نے غوطہ مارا اور ادتیہ ان کے پیچھے پیچھے لہروں کے شور کے نیچے ایک گہری خاموشی کی طرف چل پڑا۔ ''یہ آواز کیسی ہے؟'' ادتیہ نے پوچھا۔ یہ اٹلانٹس ہے! پرنس اٹلانس۔ زندگی کی لہر لوگوں کو زندگی کی طاقت دینے کے لیے برابر بھیجتا رہتا ہے۔ بادل دوست نے بتایا ''ناقابل یقین! زندگی کی لہر اٹلانٹس والوں نے اس وقت ایجاد کی تھی جب یہ براعظم ڈوبا نہیں تھا۔ یہ پرانے وقتوں کا ایک عجوبہ ہے۔'' بادل دوست نے ادتیہ کو سمجھاتے ہوئے کہا ''لیکن سمندر کے اندر وہ خلائی جہاز کس طرح بنا لیتے ہیں؟ وہ اس میں کس قسم کی دھات استعمال کرتے ہیں جس پر زنگ نہیں لگتا؟'' ادتیہ نے پوچھا۔ اوری چیلم دھات۔ سمندر کے اندر اس کی بھاری مقدار موجود ہے۔ غالباً یہ سونے کی طرح کوئی دھات ہے لیکن یہ زیادہ مضبوط اور

سخت ہوتی ہوگی۔"

یقیناً! اپنے چاروں طرف دیکھو! مضبوط دیواروں نے اٹلانٹس کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ یہ بھی اسی دھات سے بنی ہے۔

شروع میں، اس سے پہلے کہ جب سمندر نے اٹلانٹس کو ایک دن اور رات میں نگل لیا تھا۔ یہ زمین، مٹی اور پانی کے برابر گھیروں میں بٹی ہوئی تھی۔ مرکزی گھیرے کے اندر ایک محل اور دو مندر بنے ہوئے تھے۔ اب صرف یہ مرکزی جزیرہ، باہری دیوار میں اور زمین کا گھیرا ہی باقی بچا ہے۔" ادتیہ نے ایک چہار دیواری دیکھی جو طشتری والی دھات سے بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے اندر دو بڑی عمارتیں تھیں اور کچھ مکان جو لال اور کالے پتھروں سے بنے تھے لیکن جس چیز نے ادتیہ کو سب سے زیادہ اچنبھے میں ڈالا وہ ایک بہت بڑا مندر تھا جس کے سب سے اوپر والے حصے پر کرسٹل (شیشے) کا ایک تاج بنا ہوا تھا۔ یہ کرسٹل سورج کی طرح چمک رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ادتیہ کو برمودا کا تکونا مندر یاد آ گیا" آخر ان دونوں میں کس قسم کا تعلق ہو سکتا ہے؟" ادتیہ نے سوچا۔ اب یہ لوگ ایک دیوار کے پاس سے گزرے۔ ان کے نیچے کی سطح پر شاہی باغات کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ ان کے بیچ میں پیتل کے ستونوں والا ایک بڑا محل بنا ہوا تھا۔ محل کی بڑی بڑی کھڑکیاں سمندر کی جانب کھلتی تھیں جہاں سمندری مچھلیاں اور دوسرے جاندار آزادی سے اندر باہر آ جا رہے تھے۔ محل کے پاس ایک مندر تھا جس کی دیواریں چاندی کے پتّروں سے منڈھی ہوئی تھیں۔ اندر سمندری دیوتا 'پوسی ڈان' کی مورتی تھی جو چاروں طرف سے ڈولفن مورتیوں سے گھری ہوئی تھی۔

"میں تمھیں پوسی ڈان دیوتا کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہوں ادتیہ۔" کی نے کہا۔ وہ اٹلانٹس کا پہلا راجہ تھا۔ ڈولفنیں اس کے لیے مقدس تھیں۔

بادل دوست ادتیہ کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا "مجھے یقین ہے کہ تم یہی کہنے والے تھے کہ پوسی ڈان بھی ایک خیالی چیز ہے۔"

ادتیہ ہنس پڑا۔ اس نے کہا "بے شک میں یہی کہنے والا تھا لیکن اب ایسا نہیں کہوں گا۔" "کیا یہ گرین ہاؤس ہیں؟" ادتیہ نے ان چھ مکانوں کے بلبلے کی مانند ڈھانچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جس میں طرح طرح کے رنگین پھولوں کے درمیان کوئی نازک سا جسم تیر رہا تھا لیکن کیا وہ اصلیت میں پھول ہی تھے؟ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی پنکھڑی بار بار ہوا میں اڑ رہی تھی۔ بے شک یہ گرین ہاؤس ہی ہیں اور اندر جو شکل اور جسم تم نے دیکھا ہے وہ شہزادی اٹلیا ہے۔ پرنس اٹلان کی بہن' بادل دوست نے بتایا۔ اصلی شہزادی! ادتیہ نے سوچا مجھے یقین ہے کہ وہ بہت سندر ہے کیونکہ اس کے تیرنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔

آہستہ سے وہ برف کے گالوں کی طرح سمندر کے ایک حصے پر ٹک گئے۔ ادتیہ نے کچھ انسانوں کو دیکھا جو سمندری پھولوں کو پچکار رہے تھے اور نارنجی رنگ کے درختوں سے پھل توڑ رہے تھے۔ وہ لمبے اور سڈول تھے۔ ان کے ہاتھوں سروں میں جھلیاں پڑی ہوئی تھیں اور ان کی جلد اور بالوں کا رنگ ہلکا پیلا تھا۔ "یہ لوگ تو بالکل میرے جیسے لگتے ہیں؟" ادتیہ نے کہا۔

آج کے سمندر کے اندر کا اٹلانٹیا ایسے آبی انسانوں سے آباد ہے جیسے کہ تم ہو' بادل دوست نے جواب دیا۔ ان سبھی آبی انسانوں کو اٹلانٹیا کے سائنس دانوں نے بنایا ہے۔ انھوں نے دو قسم کے جانداروں کی مخلوط نسل بنانے کا تجربہ بھی

کیا ہے۔ ان کے لیے انسان کو سمندر میں رہنے کے قابل بنا دینا، بچوں کے کھیل سے بھی زیادہ آسان ہے۔'' جب یہ زمین ڈوبی ہے اس وقت مچھلی انسان یہاں موجود تھے۔''
''میں سوچتا ہوں کہ پاپا کیا کہیں گے جب ان کو معلوم ہوگا کہ میری طرح بہت سے دوسرے آبی انسان اور بھی ہیں۔ اور میں حقیقت میں پہلا سمندری لڑکا نہیں ہوں۔'' ''لیکن تم پہلے سمندری لڑکے ہو۔'' کی نے کہا۔ کیونکہ اٹلانٹس میں کوئی اس بات کا یقین نہیں کرتا۔''اس کے علاوہ اگر تمھارے پاپا کو یہ بات معلوم ہوگی تو وہ بہت زیادہ خوش ہوں گے۔'' کی نے ادتیہ کے جسم میں ہلکی سی ٹکر مارتے ہوئے کہا۔ پہلی دیوار کے اندر سے گزرتے ہوئے تم نے کئی عمارتیں دیکھی ہوں گی۔''
بادل دوست نے کہا''ان میں سے ایک عمارت کو خوب صورتی کا مندر کہا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگ اس میں جسموں کو زیادہ دلکش بناتے ہیں۔ دوسری عمارت قربانی کا مندر ہے جہاں وہ دماغ کو صاف ستھرا بنا کر اندرونی طاقت اور ٹیلی پیتھی کی طاقت کو بڑھاتے ہیں۔'' ''ٹیلی پیتھی؟''

یہ دماغ سے دماغ تک کے چینل سے بات کرنے کا نام ہے۔ جیسا کہ ہم عام طور سے کرتے ہیں لیکن ٹیلی پیتھی سے دور دراز تک بات کی جاسکتی ہے۔ اندر کی طاقت (اندرون) کا مطلب ہے ان چیزوں کے بارے میں بھی یقینی طور سے جاننا جن کو جاننے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ میرا اندرون کہتا ہے کہ تم بہادر اور عقل مند ہو اور اسی لیے تمھارے پاس ڈھیر سارے سوالات ہیں۔'' بادل دوست نے ہنس کر کہا ''لیکن اب باتیں بہت ہوچکیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ میں تمھیں پرنس ٹلان کے پاس لے چلوں۔ وہ تمھارا انتظار کررہے ہیں، لیکن اس سے پہلے تمھیں شہزادی اٹلیا کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ تمھاری ہی عمر کی ہے اور تم اسے ضرور پسند کرو گے۔''

شہزادی اٹلیا کا جسم لمبا اور خوب صورت تھا اور وہ گہرے ہرے رنگ کے گاؤن میں ملبوس تھی۔ وہ اس وقت ایک عجیب سے پودے کے اوپر جھکی ہوئی اس کا معائنہ کررہی تھی، جب کی نے اپنی ناک سے شیشے پر ہلکی سی دستک دی تو وہ گھومی اور مسکرانے لگی۔ ادتیہ شہزادی کی دلکشی سے اتنا زیادہ متاثر ہوا کہ اس نے پتیوں کو بھی نہیں دیکھا جو اس انوکھے پودے سے برابر نکل کر ہوا میں اڑرہی تھیں۔ وہ دروازے سے باہر آئی۔ اس کا چہرہ، ہاتھ اور پورا جسم ان لوگوں کا خیرمقدم کررہا تھا ''وہ یقیناً بہت حسین ہے'' ادتیہ نے سوچا ''مگر اس کے بال؟ میں ان کو پیار کرتا ہوں کیونکہ ان بالوں سے وہ ایک سنت کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مسکراہٹ بھی دنیا کا ایک عجوبہ ہے۔ ''میں نے تمھارے بارے میں بہت سی باتیں سن رکھی ہیں ادتیہ!'' اس نے دماغ کے چینل سے بات کی اور اس کے گال سرخ ہوگئے۔ ادتیہ کچھ نہ بول سکا۔ حالانکہ وہ اس کے حسن کی تعریف کرنا چاہتا تھا اور اس سے ان انوکھے پودوں کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا مگر اس کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی اور وہ شہزادی کے سامنے تھوڑا جھک کر مسکرادیا۔

جاری.....

■

ماخذ: ادتیہ-سمندری لڑکا، مصنف: انیتا سرن، مصور: سُبیر رائے، مترجم: نامی انصاری، ناشران: (1) چلڈرن بک ٹرسٹ (2) قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی (3) بچوں کا ادبی ٹرسٹ

دانائی کی باتیں

★ بزدل انسان موت آنے سے پہلے ہی کئی مرتبہ مر چکتا ہے لیکن بہادر آدمی صرف ایک بار مرتا ہے۔(شیکسپیئر)
★ نہ قرض خواہ بنیے نہ مقروض کیونکہ قرضہ اکثر نہ صرف خود بھی ضائع ہوجاتا ہے بلکہ دوستوں کو بھی جدا کردیتا ہے۔(شیکسپیئر)
★ نام میں کیا دھرا ہے۔گلاب کو کسی نام سے پکار لیں اس کی نکہت اور رنگینی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔(شیکسپیئر)
★ اس شہر سے کیا فائدہ جو زہر میں ملا ہوا ہو بلکہ اس سے بہتر تو وہ زہر ہے جس میں شہد کی سی شیرینی ہو۔(شیکسپیئر)
★ جو اونچی جگہوں پر کھڑے ہوتے ہیں انھیں زیادہ طوفانوں اور آندھیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔(شیکسپیئر)

★ جس چیز کو سنوار نہ سکو اسے مت بگاڑو۔(شیکسپیئر)
★ تمھیں جو کچھ بھی چاہیے اسے مسکراہٹ کی طاقت سے حاصل کرو نہ کہ تلوار سے۔(شیکسپیئر)
★ جھوٹے کی سزا یہ نہیں ہے کہ اس کا یقین نہیں کیا جاتا بلکہ یہ ہے کہ وہ خود بھی کسی پر یقین نہیں کرسکتا۔(شیکسپیئر)
★ مصیبت کے دنوں میں ایسے لوگوں سے بھی ملاقات ہوجاتی ہے جو عام حالات میں ممکن نہیں اور یہ بہت مفید ہے۔(شیکسپیئر)
★ مضبوط ارادے ماں بناتی ہے۔(شیکسپیئر)
★ زندگی ہر شخص کو عزیز ہے لیکن بہادر انسان کے لیے عزت زندگی سے بھی عزیز ہے۔(شیکسپیئر)

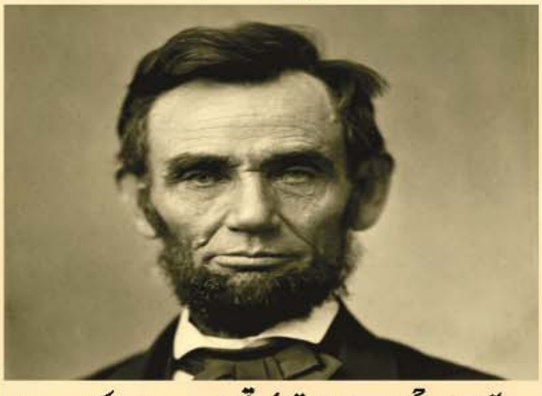

★ آزادی چھن جائے تو پھر تمھارے پاس کیا رہ جاتا ہے۔(ابراہم لنکن)
★ آزادی ایک ایسا لفظ ہے جس کی تعریف مشکل ہے۔

(ابراہم لنکن)

★ وہ حکومت جو عوام کی ہو، جسے عوام چلائیں اور جو عوام ہی کی بہبود کے لیے ہو وہ زمین سے کبھی ختم نہیں ہوگی۔

(ابراہم لنکن)

★ میں کتابیں پڑھنے کے شوق کے تحت پچاس پچاس میل کا فاصلہ طے کر کے اپنے دوستوں سے کتابیں مانگ کر لایا کرتا ہوں۔ (ابراہم لنکن)

★ جہاں تک ممکن ہو کتابوں کا بغور مطالعہ کرو۔ ہر وقت کام میں منہمک رہو کہ کامیابی کا سارا راز اس میں پوشیدہ ہے۔ (ابراہم لنکن)

★ مجھے یہ خبر نہیں کہ میرا دادا کون تھا۔ مجھے اگر تشویش ہے تو صرف یہ ہے کہ اس کے پوتے کو کیا ہونا چاہیے۔ (ابراہم لنکن)

★ تم ایک شخص کو ہمیشہ دھوکے میں رکھ سکتے ہو۔ تم بہت سے آدمیوں کو کچھ عرصہ کے لیے دھوکے میں رکھ سکتے ہو لیکن تمام آدمیوں کو ہمیشہ کے لیے دھوکے میں نہیں رکھا جا سکتا۔

(ابراہم لنکن)

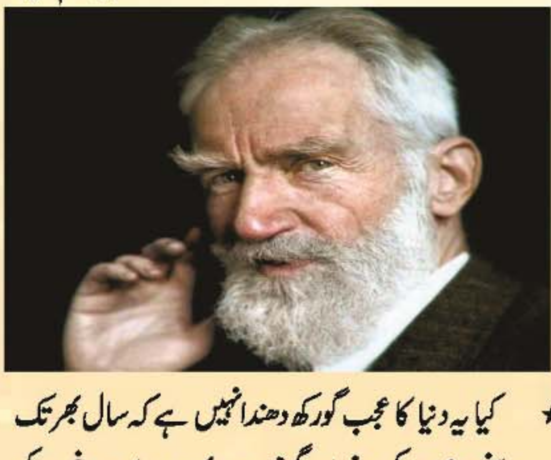

★ کیا یہ دنیا کا عجب گورکھ دھندا نہیں ہے کہ سال بھر تک سخت محنت کرنے اور گرمی، سردی، برسات وغیرہ کی سختیاں برداشت کرنے کے باوجود ایک کسان یا مزدور تو مشکل سے اتنے پیسے کما سکے جس سے وہ اپنے اہل و عیال کی پوری طرح پرورش بھی نہ کر سکے مگر ایک وکیل عدالت میں صرف آدھ گھنٹے کی بحث سے ایک خونی قاتل کو بچا کر اور انصاف کے گلے پر چھری چلا کر ہزاروں کما لے۔ (برنارڈشا)

★ اگر زندگی کے باغ سے غم کے کانٹے چن لیے جائیں اور وہ سراپا گلدستہ مسرت بن جائے تو ایسی زندگی دوزخ سے بھی بدتر ہوگی۔ (برنارڈشا)

★ زندگی ایک ایسے شعلے کی مانند ہے جو ہمیشہ جلتا رہتا ہے۔ ہر بچے کی پیدائش اس کی گھٹتی ہوئی حرارت کو بحال کرتی رہتی ہے۔ (برنارڈشا)

★ جب انسان شیر کو مارنے کی نیت سے جنگل کو جاتا ہے تو اسے شکار کھیلنا کہتے ہیں لیکن جب شیر انسان کو مارنے کے لیے حملہ کرتا ہے تو اسے درندگی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جرم اور انصاف میں صرف اتنا ہی فرق ہے۔ (برنارڈشا)

★ اچھا دوست خدا کا دیا ہوا بہترین تحفہ ہے۔ (برنارڈشا)

★ جو آدمی اچھی کتابیں پڑھنے کا شوق نہیں رکھتا وہ معراجِ انسانی سے گرا ہوا ہے۔ (برنارڈشا)

★ خاموشی اظہارِ نفرت کا بہترین طریقہ ہے۔ (برنارڈشا)

★ خاموش اور کم گو آدمی کا ہر جگہ اور ہر وقت استقبال ہوتا ہے۔ (برنارڈشا)

★ کامیابی بے شمار غلطیوں میں گھری ہوئی ہے۔ (برنارڈشا)

★ جب تک اچھا ادب تخلیق ہوتا رہے گا اور معصوم بچے مسکراتے رہیں گے انسانیت کا مستقبل تاریک نہیں ہو سکتا۔ (برنارڈشا)

چمن چمن کے پھول

جگنو کو دن کے وقت پرکھنے کی ضد کریں
بچے ہمارے عہد کے چالاک ہوگئے

(پروین شاکر)

میں نے کوشش تو بہت کی تھی پڑھانے کے لیے
مفلسی لے گئی بچوں کو کمانے کے لیے

(خمار بارہ بنکوی)

بچوں کے چھوٹے ہاتھوں کو چاند ستارے چھونے دو
چار کتابیں پڑھ کر یہ بھی ہم جیسے ہوجائیں گے

(ندا فاضلی)

اب تو ہم ہیں در و دیوار سے باتیں ہیں وسیم
ساتھ بچے رہا کرتے تھے تو گھر لگتا تھا

(وسیم بریلوی)

انھیں فرقہ پرستی مت سکھا دینا کہ یہ بچے
زمیں سے چوم کر تتلی کے ٹوٹے پَر اٹھاتے ہیں

(منوررانا)

کاغذ کی ناؤ بھی ہے کھلونے بھی ہیں بہت
بچپن سے پھر بھی ہاتھ ملانا محال ہے

(ظہیر غازی پوری)

کھلونے دیکھ کر میلے میں نظریں پھیر لیتے ہیں
مرے بچے حقیقت جانتے ہیں تنگ دستی کی

(منصور عثمانی)

وزن پہلے تولیے پھر ناپیے بچے کا قد
اور تھیلے میں کتابیں کاپیاں گن لیجیے

(سردار پنچھی)

جو مجھ سے روز پریوں کی کہانی سن کر سوتے تھے
انہی بچوں کو میرا بولنا اچھا نہیں لگتا

(سعید قیس)

رات آئی ہے بچوں کو پڑھانے میں لگا ہوں
خود جو نہ بنا ان کو بنانے میں لگا ہوں

(اکبر حمیدی)

وہ پلٹ کر آپ پر ہی وار کردیں یہ نہ ہو
اس قدر بھی اپنے بچوں کو نہ ٹوکا کیجیے

(قمر سنبھلی)

وہ بھی شریک ہوگیا دنگا فساد میں
گودی میں جو کھلایا تھا بچہ بدل گیا

(ابراہیم اشک)

انھیں جو بھی بناتے ہیں وہ ہم تم ہی بناتے ہیں
کسی مذہب کی سازش میں کبھی بچے نہیں ہوتے

(نتیہ نند تشار)

■

بحوالہ: رنگارنگ اردو شاعری، **مرتب**: ٹی این راز، **سنہ اشاعت**: 2020، ناشر: ایم آر پبلی کیشنز، نئی دہلی

آپ کا دماغ کتنا تیز ہے؟

دوستو! یہ دونوں تصویریں دیکھنے میں تو ایک جیسی لگتی ہیں لیکن تصویروں کی نقل بنانے والے سے ایک دو نہیں بلکہ دس غلطیاں ہوگئی ہیں۔ کیا آپ ان غلطیوں کو تلاش کر سکتے ہیں؟ 10 منٹ میں اگر آپ نے تمام غلطیاں تلاش کر لیں تو سمجھ لیں کہ واقعی آپ کا دماغ بہت تیز ہے۔

شریف الحق

ڈاکٹر خالد

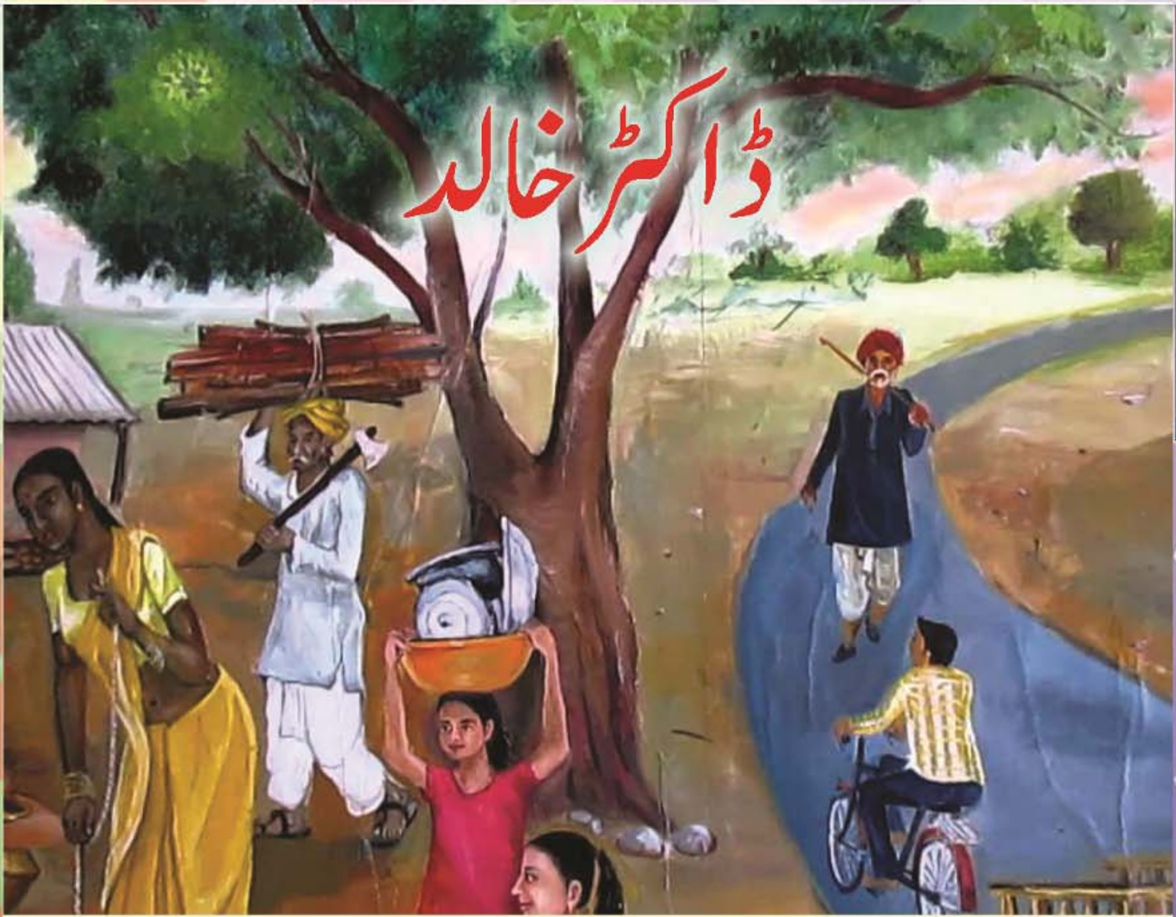

کسی گاؤں میں ایک غریب خاندان رہتا تھا۔ اس خاندان میں تین لوگ تھے۔ وہ تینوں آپس میں بہت ہنسی خوشی سے رہتے تھے۔ اس کے خاندان میں ایک پیارا سا بیٹا تھا جس کا نام خالد تھا۔ خالد اپنے ابو آصف اور امی عابدہ سے بہت پیار کرتا تھا۔ خالد ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بن کر لوگوں کی مدد کرے اور پریشان لوگوں کی خدمت کرے۔ اس کا ماننا تھا کہ وہ زندگی، زندگی ہی کیا جو دوسروں کے کام نہ آسکے۔ لیکن جب کبھی تنہائی میں وہ سوچتا تو لگتا کہ یہ سب تو ہمارے لیے ایک خواب ہی ہے۔ کیونکہ اس کے ابو کی آمدنی اتنی نہیں تھی کہ وہ آسانی سے تعلیم حاصل کر سکے۔

دوسری طرف اس کے ابو رات دن ایک کر کے محنت کرتے رہے۔ مانو خالد کے سپنے کو خود کا سپنا بنا لیا ہو۔ چنانچہ انھوں نے اپنی محنت اور لگن کو بڑھا دیا۔ کچھ ہی دنوں بعد آصف کی آمدنی اچھی خاصی ہوگئی۔ اب ایسا لگنے لگا کہ خالد کا خواب پورا ہو جائے گا۔

اُدھر خالد جی جان لگا کر اپنی محنت میں لگا ہوا تھا۔ لیکن آج اسے پڑھنے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ اتفاق سے آج اس کے ابو کی چھٹی تھی۔ ابو نے کہا بیٹا آج چلو ہم لوگ کہیں سے ٹہل کر آتے ہیں۔ تینوں لوگ سیر کے لیے روانہ ہوگئے۔ وہ لوگ سب سے پہلے چڑیا گھر گئے۔ پھر لال قلعہ اور پھر انڈیا

گیٹ گئے۔ آج وہ سبھی بہت خوش تھے۔ اب شام ہونے والی تھی۔ اس لیے گھر کو روانہ ہو گئے۔ لیکن خدا کی قدرت کہ وہ لوگ راستے میں ایک حادثے کا شکار ہو گئے۔ مگر اس حادثے میں کسی کا زیادہ نقصان نہیں ہوا بس خالد کی ایک انگلی کٹ گئی اور بہت تیزی سے خون بہنے لگا۔ حالاں کہ تھوڑا ہی سا کٹا تھا۔ پھر اتنا زیادہ خون کیوں بہہ رہا تھا۔ اس کے ابو امی یہ دیکھ کر کافی پریشان ہو گئے اور خالد کو ہاسپٹل لے جایا گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے پوچھا ''کچھ دنوں پہلے اس کا بلڈ چیک اپ ہوا ہے؟''

آصف نے کہا ''نہیں ڈاکٹر صاحب۔''

تب ڈاکٹر نے کہا کہ اس کا بلڈ چیک اپ ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر نے بلڈ چیک اپ کیا اور رپورٹ کل دینے کو کہا۔ یہ سب دیکھ کر آصف اور عابدہ بہت پریشان ہو گئے کہ آخر اتنا ہی سا تو کٹا ہے۔ پھر ڈاکٹر نے بلڈ چیک کیوں کیا۔ طرح طرح کے سوالات ان کے ذہن میں اٹھنے لگے اور رپورٹ کا بہت شدت کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔ جیسے تیسے کر کے رات کٹی اور دونوں صبح کو ڈاکٹر کے پاس پہنچے۔

آصف نے ڈاکٹر سے رپورٹ طلب کی۔ ڈاکٹر نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے بیٹے کے خون میں کوئی کمی نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ سب خوشی سے اچھل پڑے اور گھر واپس ہونے لگے۔ لیکن ان کو کیا معلوم کہ خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ سبھی لوگ وہاں سے خوشی خوشی گھر کے لیے نکل پڑے۔ راستے میں خالد کو بھوک کا احساس ہوا۔ خالد نے کہا ابو آپ کھانے کے لیے کچھ لے لیجیے۔ فوراً اس کے ابو نے سامان اور موبائل فون خالد کو سونپتے ہوئے کہا کہ بیٹا تم یہیں بیٹھو میں لے کر آتا ہوں۔ ماں اور بیٹے آپس میں بیٹھے وہیں باتیں کر رہے تھے کہ اچانک آصف کا موبائل فون بجا۔ خالد نے دیکھا ایک ایس ایم ایس آیا ہے۔ وہ بھی ڈاکٹر انکل کا۔ اس نے سوچا کوئی اور دوا تو نہیں لینی ہے۔

''کیسے ہیں آصف جی؟ اس وقت آپ اپنے بیٹے کے ساتھ تھے اس لیے رپورٹ میں مجھے جھوٹ بولنا پڑا۔ آصف جی آپ کے بیٹے کو بلڈ کینسر ہے اور وہ بھی آخری اسٹیج پر۔''

خالد یہ ایس ایم ایس پڑھ کر حیرت میں پڑ گیا اور سوچنے لگا کہ اب میں مرنے والا ہوں۔ بہت مشکل سے اس نے خود کو سنبھالا۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات اٹھنے لگے کہ آخر میرے ابو اور امی کیسے رہیں گے۔ وہ دونوں تو یہ سن کر ہی مر جائیں گے۔ خیر پہلے یہ ایس ایم ایس ڈیلیٹ کر دیتا ہوں۔ تبھی اس کے ابو بھی کھانے کا سامان لے کر وہاں آ پہنچے۔ پھر تینوں نے مل کر کھایا اور گھر کو نکل پڑے۔

خالد دھیرے دھیرے ڈپریشن میں چلا گیا۔ اس نے وقت پر کھانا پینا بھی بند کر دیا۔ گھر والے یہ دیکھ کر بہت پریشان تھے۔ اس کے ابو کے لاکھ پوچھنے کے باوجود خالد نے کچھ نہیں بتایا۔ اس رات جب سب سو رہے تھے۔ قریب گیارہ بجے آصف کے فون کی بیل بجی۔ انھوں نے دیکھا کہ یہ تو ڈاکٹر صاحب کا فون ہے۔

''جی ڈاکٹر صاحب کیسے ہیں؟ اتنی رات گئے!''

''ہاں آصف جی میں نے آپ کو ایس ایم ایس کیا تھا۔ آپ نے کچھ جواب نہیں دیا۔''

''کیسا ایس ایم ایس ڈاکٹر صاحب مجھے پتا نہیں۔ خیر بتائیے نا ڈاکٹر صاحب بات کیا ہے؟''

''آصف جی آپ کے بیٹے کو......!''

''کیا ہوا میرے بیٹے کو؟''

''آپ کے بیٹے کو بلڈ کینسر ہے اور وہ بھی آخری اسٹیج پر۔''

''نہیں ڈاکٹر صاحب کہہ دیجیے کہ جھوٹ ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔''

''آصف جی خود کو سمجھالو یہ حقیقت ہے۔''

بڑی مشکل سے آصف نے خود کو سنبھالا۔ رات بھر نیند نہیں آئی۔ صبح کو جب عابدہ چائے لے کر آتی ہے تو دیکھتی ہے کہ آصف جاگے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ آج بڑی جلدی نیند کھل گئی۔ آصف نے جواب دیا کہ نیند کیا کھلی رات بھر نیند ہی نہیں آئی۔

''کیوں کیا ہوگیا آپ کو؟''

''عابدہ مجھے نہیں ہمارے بیٹے کو..... کیا ہوا ہمارے بیٹے کو؟''

''پہلے چائے دے دو خالد کو تم۔''

جب عابدہ خالد کے کمرے کے دروازے پر گئی تو اندر سے بات کرنے کی آواز آرہی تھی۔ اس نے سوچا آخر اتنی صبح یہ کس سے بات کر رہا ہے۔ یہ تو رو بھی رہا ہے۔ کیا باتیں کر رہا ہے ذرا سنتی ہوں۔

تبھی خالد کی آواز آئی دوست مجھے بلڈ کینسر ہے۔ یہ سنتے ہی عابدہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ گر گیا۔ کپ کی آواز سن کر خالد اور آصف دونوں وہاں آگئے۔ گھر میں سناٹا چھا گیا۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ آپس میں بات کر سکے۔ سب کی آنکھوں سے صرف آنسو نکل رہے تھے۔ کسی طرح سبھی نے ہوش سنبھالا۔ خالد نے اپنے ابو اور امی کو دلاسہ دیا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ تبھی خالد نے کہا ''چلیے ہم لوگ گاؤں چلتے ہیں اور وہاں ہم غریب اور یتیم بچوں کو پڑھائیں گے۔''

گاؤں میں خالد نے بچوں کو پڑھانا شروع کیا۔ دیکھتے دیکھتے اس کے پاس کافی بچے پڑھنے کے لیے آنے لگے۔ خالد ان بچوں کے پیچھے کافی شدت سے محنت کرنے لگا۔ گویا ان بچوں کے خواب کو اس نے اپنا خواب بنا لیا ہو۔ خالد اب اپنے خواب کو بھول گیا..... دوسری طرف اس کے ماں باپ آخری وقت میں خالد کو اتنی محنت کرتے ہوئے دیکھ کر بہت پریشان ہو رہے تھے۔ دونوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، تبھی وہاں پر خالد آ پہنچا اور بولا ''آپ لوگ اتنے پریشان کیوں ہیں؟''

''بیٹے تم اتنی محنت کیوں کر رہے ہو۔ تھوڑا آرام بھی ضروری ہے بیٹا۔''

''نہیں ابو اب میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

خالد نے اپنے ابو کے کاندھے پر سر رکھا اور بولا ''ابو اب میرا وقت پورا ہوگیا ہے۔'' پھر اس نے اپنی ماں کے کاندھے پر سر رکھا اور بولا ''اپنا خیال رکھیے گا..... اور ہاں میرے جانے کے بعد میری آنکھیں کسی محتاج کو دے دیجیے گا تا کہ اس کی آنکھوں میں آپ مجھے دیکھ سکیں..... '' خدا حافظ !!!

■

Shariful Haque
Class: X, Noor Nagar Govt School
Jamia Nagar, Okhla
New Delhi - 110025

شیرین بی سید اصغر، درجہ ہفتم
اردو اسکول شاہ پور، ضلع برہان پور، ایم پی

بشیرہ ارم بیپاری، جی یو ایچ پی ایس، نمبر 2، بیل ہونگل، کرناٹک

سید اریبہ نایاب، درجہ نہم، فاطمہ گرلس ہائی اسکول، بیگم پورہ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

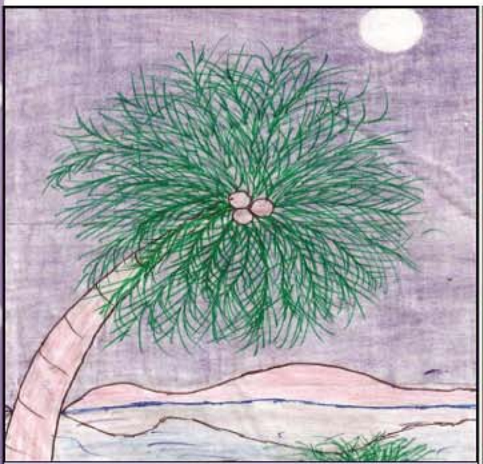

شیخ فاطمہ عبدالناظم، اردو سیفی اسکول، امراوتی، مہاراشٹر

عبدالباسط مقصود احمد، صدیق بیکری
دکھنا روڈ، سرائے میر، اعظم گڑھ، یوپی

عبدالباسط مقصود احمد، درجہ پنجم (ب)
مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم، سرائے میر، اعظم گڑھ یوپی

صالحہ اسلم قریشی، درجہ اوّل، درسگاہ اسلامی معروف پور، جونپور، یوپی

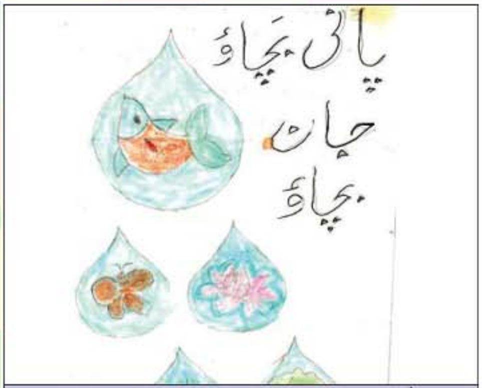

شیخ حسان محمد ناظم، درجہ چہارم، مہانگر، پالیکا
اردو مڈل اسکول نمبر 9، عرفات کالونی، امراوتی، مہاراشٹر

محمد سعید مکاراپرمبا، معدن موڈل اکادمی، ملاپرم، کیرلہ

کہکشاں تنویر، درجہ پنجم (اے)، دہلی پبلک اسکول، اننت ناگ، جموں کشمیر

انصاری محمد عبداللہ، مدینہ مارک، دھولیہ، مہاراشٹر

مومن عمرین عبداللہ، درجہ ہفتم (ای)، مالیگاؤں ہائی اسکول، مالیگاؤں، مہاراشٹر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

لفظ (کچھ نظمیں اور غزلیں)

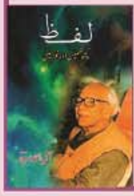

مصنف: آل احمد سرور

دوسری طباعت: 2019

صفحات: 95

قیمت: 70 روپے

کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی

مصنف: میر انشاء اللہ خاں انشا دہلوی

پہلی اشاعت: 2019

صفحات: 30

قیمت: 35 روپے

مثنوی مولانا روم (جلد اوّل، دوم، سوم، چہارم، پنجم، ششم)

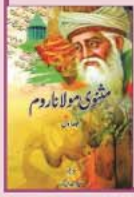

مترجم: سید احمد ایثار

پہلی اشاعت: 2019

صفحات: 223 (جلد اوّل)، 191 (دوم)، 251 (سوم)، 200 (چہارم) 238 (پنجم)، 256 (ششم)

قیمت: 780 روپے (فی سیٹ)

صحت الفاظ

مصنف: سید بدر الحسن

ساتویں طباعت: 2019

صفحات: 253

قیمت: 90 روپے

مولانا ابوالکلام آزاد: ایک مطالعہ

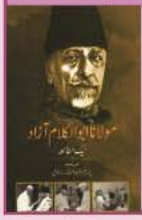

مرتب: پروفیسر عبدالستار دلوی

دوسری طباعت: 2019

صفحات: 474

قیمت: 215 روپے

قطبی علاقے کیا ہیں؟

مصنف: ہایانون

اردو مترجم: انیس الحسن صدیقی

پہلی اشاعت: 2019

صفحات: 20

قیمت: 20 روپے

کہکشاں (اقبال کے بعد نظمیہ شاعری)

مصنف: وارث علوی

پہلی اشاعت: 2019

صفحات: 527

قیمت: 240 روپے

عام لسانیات

مصنف: پروفیسر گیان چند جین

تیسری طباعت: 2019

صفحات: 910

قیمت: 395 روپے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

BACHON KI DUNIYA Monthly, April 2020 Vol. 08, Issue: 04
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2019-21
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/03/20
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دل چسپ کتابیں

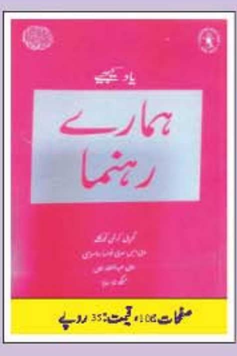

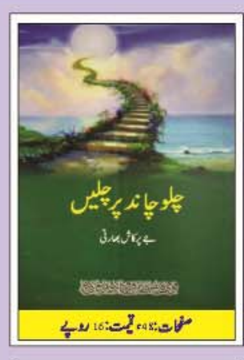

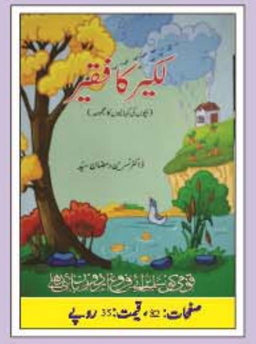

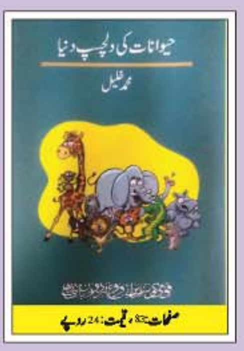

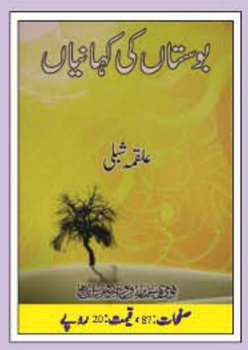

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.